وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا

فوائد مکیہ

تالیف

ماہرِ فنونِ قراءت و تجوید شیخ العرب والعجم حضرت مولانا قاری مقری عبدالرحمٰن مکی الٰہ آبادی قدس سرہ

مع حاشیۂ بے نظیر

تعلیقاتِ مالکیہ

از

شیخ الکل ماہرِ تجوید و قراءت سیدنا حضرت مولانا القاری المقری عبدالمالک علیگڑھی متوفی ۱۳۷۹ھ

باہتمام اظہار احمد تھانوی مدرسہ تجوید القرآن، موتی بازار، کوچہ کندیگراں، لاہور

۷۸۶

وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا

فَوَائِدِ مَكِّيَه

از افادات، ماہر فنونِ قراءت وحید عصر فرید دہر استاذ اساتذۃ الہند والعرب حضرتِ مولانا قاری مقری عبد الرحمٰن صاحب مکّی اخلاہ اللہ دار السلام

مع حاشیہ

تعلیقاتِ مالکیہ

از رشحاتِ قلم، شہرہ آفاق شیخ الکل ماہر تجوید وقراءت سیدنا حضرت مولینا القاری المقری عبد المالک صاحب قدس سرہ العزیز، المتوفی ۱۳۷۹ھ

باہتمام اظہار احمد تھانوی (شعبہ تجوید وقراءت)
مدرسہ تجوید القرآن، موتی بازار
کوچہ کندی گراں، لاہور

از محشی علّام قُدِسَ سِرُّہٗ

حامداً و مصلیاً و مسلماً ۔ رسالہ فوائدِ مکیہ مؤلفہ استاذ الاساتذہ استاذی حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مرحوم مکی ثم الالہ بادی طیب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ ۔ جامعیت اور مقبولیت کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے جو عرصہ سے اکثر مدارس اسلامیہ کے شعبہائے تجوید خصوصاً مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ کے درجاتِ تجوید و قرأت میں داخلِ نصاب رہا ہے تقسیمِ ملک سے پیشتر متعدد بار چھپا اور ختم ہو ہو گیا اس کے بعض مضامین و مسائل جو تشریح و توضیح طلب تھے ان کی وضاحت کے لئے چند حواشی مسمی بہ تعلیقاتِ مالکیہ ۱۳۵۲ھ کی اشاعت میں بزمانۂ قیام مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ بڑھائے گئے جو طلباء کے لئے مفید ثابت ہوئے پھر بعض احبابِ معلمین تجوید کی درخواست و اصرار پر بعض مزید حواشی اور چند ضروری مفید مضامین مستقلاً بطور ضمیمہ رسالہ ہذا کے آخر میں برائے افادۂ طلبائے تجوید و قرأت بڑھائے گئے۔ جو بحمد اللہ طالبین کے لئے نافع اور مفید ثابت ہوئے یہ مضامین حسبِ ذیل عنوانات پر مشتمل ہیں :۔

(۱) النطق بالضاد

(۲) سجدۂ تلاوت کا بیان مع ضروری مسائل متعلقہ

(۳) باب التکبیر

(۴) الحال المرتحل

(۵) تکرارِ سورۃ التوحید فی التراویح

تجوید و قرأت اور فقہ کی جن معتبر کتابوں سے یہ مضامین ضمیمہ وغیرہ نقل کئے گئے ہیں ۔ اکثر ان کا حوالہ معہ تعیین صفحہ و باب اپنے اپنے موقعہ پہ دے دیا گیا ہے بعض وہ حواشی جو خود حضرت مؤلف علّام مرحوم کے ہیں ان کے آخر میں لفظ (منہ) لکھا گیا ہے۔

ان حواشی کے ساتھ پاکستان میں یہ رسالہ بالکل نایاب تھا طلباء و شائقین میں اس کمی کو شدّت سے محسوس کیا جا رہا تھا بمقام مسرت ہے کہ یہ رسالہ اپنی پوری جامعیت کے ساتھ طبع ہو کر تجوید کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کر رہا ہے۔

ناظرین خصوصاً طلبائے قرأت ، حضرت مؤلف رح محشی اور ان مخلص احباب کو جنہوں نے ان حواشی کی تحریر میں میری اعانت فرمائی دعائے خیر میں یاد رکھیں ، کیا عجب ہے کہ یہ حقیر عمل ہی درجۂ قبولیت کو پہنچ کر میرے لئے باعثِ نجات ہو۔

خادم التجوید والقرآن عبدالمالک سابق صدر شعبۂ تجوید و قرأت مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ ـــــ حال لاہور

☆

مقدمۃ[1] الکتاب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا و نبینا و شفیعنا و مولانا محمد والہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ و ذریاتہٖ اجمعین۔ جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید کو قواعد تجوید سے پڑھنا نہایت[2] ہی ضروری[3] ہے۔ اگر تجوید سے قرآن مجید نہ پڑھا گیا تو پڑھنے والا خطاوار کہلائے گا پھر اگر ایسی غلطی ہوئی کہ ایک حرف دُوسرے حرف سے بدل[4] گیا یا کوئی حرف گھٹا بڑھا[5] دیا گیا یا حرکات[6] میں غلطی کی یا ساکن[7] کو متحرک یا متحرک کو ساکن کر دیا۔ تو پڑھنے والا گنہگار ہوگا۔ اگر ایسی غلطی ہوئی جس سے لفظ کا ہر حرف مع حرکت اور سکون کے ثابت رہے صرف بعض صفات جو تحسین حرف سے تعلق رکھتے ہیں اور غیر ممیزہ[8] ہیں یہ اگر ادا نہ ہوں تو خوف عقاب اور تہدید کا ہے۔ پہلی قسم کی غلطیوں کو

---

[1] اصل مقصود سے قبل جو باتیں افہام تفہیم میں سہولت اور آسانی کی غرض سے بیان کی جاتی ہیں ان کو مقدمہ کہتے ہیں [2] لامر اللہ تعم ورتل القراٰن ترتیلا والترتیل تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف وفی الحدیث۔ ان اللہ یحب ان یقرأ القراٰن کما انزل۔ اخرجہ ابن خزیمۃ فی صحیحہ عن زید ابن ثابت رضی اللہ عنہٗ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم و فی منح الفکریۃ شرح الجزریۃ لملا علی القاری مطبوعہ مصر ص۳ واخذ القاری بتجوید القراٰن و ھو تحسین الفاظہ باخراج الحروف من مخارجھا و اعطاء حقوقھا من صفاتھا وما یترتب علی مفرداتھا و مرکباتھا فرض لازم و حتم دائم ثم ھذا العلم لا خلاف فی انہ فرض کفایۃ والعمل بہ فرض عین علی صاحب کل قراءۃ وروایۃ ولو کانت القراءۃ سنۃ ۱۲ [3] شرعی اور عرفی دونوں ضرورتوں کو یہ لفظ شامل ہے جن صورتوں میں تجوید کے خلاف پڑھنے سے لحن جلی اور فساد معنی لازم آئے وہاں شرعاً اور جہاں صرف لحن خفی لازم آئے وہاں عرفاً ضروری ہے ۱۲ [4] تبدیل حرف خواہ تبدیل مخرج کی وجہ سے یا تبدیل صفت کی وجہ سے مثلاً قاف کی جگہ کاف یا صاد کی جگہ س مثلاً بجائے قُل اعوذ کے کل اعوذ۔ عصٰی اٰدم کے بجائے عسٰی اٰدم [5] مثلاً ضرب لکم کی جگہ ضربا لکم۔ ولا تقربا ھذہٖ کی جگہ ولا تقرب ھذہٖ پڑھ دینا ۱۲ [6] مثلاً واذابتلٰی ابراھیم ربہ میں بجائے فتحہ میم کے ضمہ اور بجائے ضمہ با کے فتحہ پڑھ دینا ۱۲ [7] مثلاً اَنۡعَمۡتَ کی جگہ اَنۡعَمَتَ۔ وضربنا لکم الامثال کی جگہ وضَرَبَنَا لکم ۱۲ [8] مؤلف رح کی مراد اس سے بظاہر صفات عارضہ ہی ہیں کیونکہ ان کی عدم ادائیگی کی غلطی کو لحن خفی میں داخل کیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ صفاتِ لازمہ کا فقدان اور انفکاک کسی نہ کسی درجہ میں ضرور موصوف

(باقی صفحہ ۴ پر)

لحن جلی[1] اور دُوسری قسم کی غلطیوں کو لحن خفی[2] کہتے ہیں۔ تجوید کے معنے ہر حرف کو اپنے مخرج[3] سے مع جمیع صفات[4] کے ادا کرنا[5] اس کا موضوع[6] حروف تہجی اور غایت[7] تصحیح حروف ہے اور خوش آوازی سے پڑھنا امر زائد مستحسن[8] ہے۔ اگر قواعد تجوید کے خلاف نہ ہو ورنہ مکروہ اگر لحن خفی لازم آئے اور اگر لحن جلی لازم آئے تو حرام ممنوع ہے پڑھنا اور سننا دونوں کا ایک حکم ہے۔

(بقیہ صفحہ ۳) کے نقصان کا باعث ہوتا ہے اور مبنیٰ میں حروف کے مخرج اور صفات لازمہ کی غلطی کو لحن جلی میں لکھتے ہیں جیسا کہ نہایت القول المفید مطبوعہ مصر ۱۳۴۹ھ میں ہے فاما الجلی فہو خطأ یطرأ علی الالفاظ فیُخِلُّ بالعرف اعنی عرف القراءة سواء اخل بالمعنی ام لم یخل وانما سمی جلیا لانہ یخل اخلالاً ظاہراً یشترک فی معرفتہ علماء القراءة وغیرہم وھو یکون فی المبنیٰ او الحرکة او السکون والمراد من المبنی حروف الکلمة ومن الخطاء فیہ تبدیل حرف باٰخر کتبدیل الطاء دالاً بترک اطباقہا واستعلائہا او تاءً بترکہما وباعطائہا ھمساً اور صفات لازمہ اکثر ممیزہ ہوتی ہیں اور جو صفات لازمہ ممیزہ نہیں وہ بہت کم ہیں اور للاکثر حکم الکل ظاہر ہے اور صفاتِ لازمہ متضادہ اکثر لازم النقیض بھی ہیں کہ ایک کے فقدان سے اس کی ضد ضرور واقع ہو جائے گی بہرحال صفات لازمہ گو کسی وقت ممیزہ نہ ہوں لیکن ان کے انفکاک سے موصوف میں ضرور کچھ نہ کچھ نقصان واقع ہو جائے گا۔

اُوپر معلوم ہو چکا کہ مبنیٰ کی غلطی لحن جلی میں شامل ہے خواہ مخل معنی ہو یا نہ ہو اور لحن خفی کی تعریف ص۲۳ میں یہ لکھی ہے ثم اعلم ان اللحن الخفی ینقسم الی قسمین احدہما لا یعرفہ الا علماء القراءة کترک الاخفاء والقلب والاظہار والادغام والغنة الخ اور کچھ آگے لکھتے ہیں والثانی لا یعرفہ الا مہرة القراء کتکریر الراءات وتطنین النونات وتغلیظ اللامات وتشویبہا الغنة وترعید الصوت بالمدود والغنات وترقیق الراءات فی غیر محل الترقیق الخ اس عبارت سے بھی صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ لحن خفی کی غلطیوں میں تغلیظ لام اور ترقیق را وغیرہ کو بیان کیا ہے مخرج اور صفاتِ لازمہ میں غلطی کا ذکر نہیں اسی بنا پر یہاں بھی مؤلف نے صفات غیر ممیزہ سے شاید بلکہ غالباً صفات لازمہ مراد نہیں لیں۔

(صفحہ ہذا) [1] جلی کے معنی واضح اور ظاہر کے ہیں یعنی یہ غلطیاں ایسی ظاہر ہیں کہ ان کا ادراک اور احساس علاوہ قراء کے عوام کو بھی ہو جاتا ہے ۱۲ [2] خفی کے معنی ہیں پوشیدہ اور باریک یعنی یہ غلطیاں عوام سے مخفی ہیں کہ ان کا علم اور احساس خاص ماہرین قراء کو ہی ہوتا ہے عوام کو نہیں ہوتا ۱۲ [3] حرف کے نکلنے کی جگہ کو مخرج کہتے ہیں اس کی جمع مخارج ہے ۱۲ [4] صفات جمع صفت کی ہے۔ صفت حرف کی وہ کیفیت اور حالت ہے جس سے حرف کا باعتبار ذات کے سخت یا نرم ہونا قوی یا ضعیف ہونا یا باعتبار محل کے حلقی یا شفوی ہونا معلوم ہو فائدہ صفات سے یہ ہوتا ہے کہ ایک مخرج کے چند حروف آپس میں ایک دُوسرے سے علیحدہ اور ممتاز ہو جاتے ہیں ۱۲ [5] نیز ادائیگی حروف میں اس کا بھی لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ کسی قسم کا تکلف اور تصنع نہ ہو مثلاً زائد از ضرورت ہونٹوں کا حرکت کرنا یا منہ ٹیڑھا ہونا یا چہرہ سے گرانی یا پریشانی کا ظاہر ہونا جلد جلد پلکوں کا بند ہونا یا ناک کا پھولنا یا پیشانی پر شکن پڑنا وغیرہ وغیرہ غرض یہ کہ ان سب تکلفات (باقی صفحہ ۵ پر)

(بقیہ صفحہ ۴) سے بچتے ہوئے مکمل طور پر لطافت کے ساتھ ادائیگی حروف ہونا چاہیئے اسی امر کی طرف علامہ جزریؒ نے توجہ دلائی ہے۔
بقولہ مکملا من غیر ما تکلف باللطف فی النطق بلا تعسف ۱۲ ؎ جس شے کے حالات ذاتیہ کسی فن میں بیان کئے جائیں اس
شے کو اس فن کا موضوع کہتے ہیں ۱۲ ؎ کسی کام سے جو نتیجہ مقصود ہوتا ہے اس کو غایت کہتے ہیں ۱۲ ؎ اس کا استحسان بعض احادیث
سے ثابت ہوتا ہے حسنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید فی القرآن حسنا ترجمہ اچھا کرو تم قرآن مجید
کو اپنی آوازوں سے پس بیشک اچھی آواز زیادہ کرتی ہے قرآن مجید میں خوبصورتی کو زینوا القرآن باصواتکم ترجمہ زینت دو
تم قرآن کو اپنی آوازوں سے لیکن چونکہ خوش آوازی داخل تجوید نہیں اس لئے خوش آوازی تجوید کے تابع ہوگی وہی مستحسن اور محمود ہوگی ۱۲

باب اوّل

فصل اوّل استعاذہ اور بسملہ کے بیان میں

قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے استعاذہ ضروری[1] ہے اور الفاظ[2] اس کے یہ ہیں اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم گو اور[3] طرح سے بھی ثابت ہے مگر بہتر[4] یہ ہے کہ انہیں الفاظ[5] سے استعاذہ کیا جائے اور جب سورہ شروع کی جائے تو (بسم اللہ) کا پڑھنا بھی ضروری[6] ہے، سوائے سورۂ براءت[7] کے۔

---

[1] جیساکہ اللہ تعالیٰ نے استعاذہ کا امر فرمایا ہے فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطان الرجیم ترجمہ جب پڑھیں آپ قرآن مجید تو پناہ مانگئے اللہ کے ساتھ شیطان راندۂ درگاہ سے اگرچہ یہ امر بالاتفاق وجوبی نہیں لیکن عرفاً ضروری ہے ۱۲ [2] مختار الفاظ [3] مثلاً اعوذ باللہ القادر من الشیطان الغادر۔ اعوذ باللہ القوی من الشیطان الغوی۔ اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطن الرجیم وغیرہ وغیرہ [4] کیونکہ ان الفاظ سے استعاذہ کرنے میں الفاظ نص کی موافقت ہوتی ہے نیز ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم تو آپ نے فرمایا کہ اس طرح پڑھو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور روایت کرتے ہیں نافع بن جبیر ابن مطعم سے اور وہ اپنے والد سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قرأت سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھا کرتے تھے گو یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں لیکن تخصیص الفاظ استعاذہ کی تائید کے درجہ میں مفید ہیں ۱۲ سراج القاری مطبوعہ مصر ص۲۷ [5] اگر یہ شبہ کیا جائے کہ موافقت تامہ الفاظ منصوصہ کی اسی وقت ہو سکتی ہے کہ جب بجائے اعوذ کے استعیذ یا استعذت یا نستعیذ کہا جائے جیساکہ بعض لوگوں مثل صاحب ہدایہ وغیرہ نے اختیار کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں اس مضمون کے امتثال امر کے لئے یہی صیغہ جا بجا تعلیم کیا گیا ہے مثلاً قل اعوذ برب الناس۔ قل رب اعوذ بک من همزات الشیاطین۔ انی اعوذ بالرحمن۔ قل اعوذ برب الفلق وغیرہ اور نشر مطبوعہ دمشق ص۲۴۳ میں ہے وفی صحیح ابی عوانۃ عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اقبل علینا بوجھہ فقال تعوذوا باللہ من عذاب النار قلنا نعوذ باللہ من النار اور صفحہ ۲۴۸ میں ہے وقد علمنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیف یستعاذ۔ فقال اذا تشهد احدکم فلیستعذ باللہ من اربع یقول اللھم انی اعوذ بک من عذاب جہنم ومن عذاب القبر ومن فتنۃ

المحیا والممات ومن شر فتنة المسیح الدجال رواہ مسلم۔ مندرجہ بالا عبارات سے ثابت ہوگیا کہ مختار اور بہتر الفاظ استعاذہ یہی ہیں ۱۲ ؎ عن ابن خزیمة ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرا بسم اللہ الرحمن الرحیم فی اول الفاتحة فی الصلوٰة وعدھا اٰیة ایضا فھی اٰیة مستقلة منھا فی احدی الحروف السبعة المتفق علی تواترھا وعلیہ ثلثة من القراء السبعة ابن کثیر وعاصم والکسائی فیعتقدون انھا اٰیة منھا بل من القراٰن اول کل سورة (من الاتحاف فی القراءات الاربعة عشر) وقیل اٰیة تامة من کل سورة وھو قول ابن عباس وابن عمر وسعید بن جبیر والزھری وعطاء وعبد اللہ بن المبارک وعلیہ قراء مکة والکوفة وفقھاؤھا وھو القول الجدید للشافعی (من منار الھدی فی الوقف والابتداء) والحاصل ان التارکین اخذوا بالحال الاول والمبسملین اخذوا بالاخیر المعوّل ولا یخفی قوة دلیل المبسملین لاسیّما مع کتابة البسملة فی اول کل سورة اجماعا من الصحابة من شرح الشاطبیة لملا علی قاری ثم المبسملون بعضھم یعدّھا اٰیة من کل سورة سوی براءة وھم غیر قالون من کنز المعانی شرح حرز الامانی قال (السخاوی تلمیذ الشاطبی واتفق القراء علیھا فی اول الفاتحة کابن کثیر وعاصم والکسائی یعتقدونھا اٰیة منھا ومن کل سورة والصواب ان کلا من القولین حق وانھا اٰیة من القراٰن فی بعض القراءات وھی قراءة الذین یفصلون بھا بین السورتین ولیست اٰیة فی قراءة من لم یفصل بھا النشر فی القراءات العشر للعلام الجزری ۱۲) منه ؎ قراء جمہور کا مسلک یہی ہے کہ ابتدائے سورہ توبہ میں عام اس سے کہ ابتدائے قراۃ بھی یہیں سے ہو یا سورہ انفال وغیرہ کو ختم کرکے سورہ برأت شروع کی جائے بسم اللہ نہیں پڑھتے جیسا کہ علامہ شاطبی نے اپنی کتاب شاطبیہ مطبوعہ مصر باب البسملہ بین السورتین ص۷ میں بیان کیا ہے ومھما تصلھا او بدأت براءة + لتنزیلھا بالسیف لست مبسملا یعنی جب ملائے تو سورۂ توبہ کو کسی سورت سے یا ابتدا کرے سورۂ برأت سے تو بسم اللہ نہ پڑھے کیونکہ وہ سیف اور قتال کے ساتھ نازل ہوئی ہے۔ اور کتاب النشر فی القراءات العشر مطبوعہ دمشق ص۲۶۳ میں ہے لاخلاف فی حذف البسملة بین الانفال وبراءة عن کل من بسمل بین السورتین وکذلک فی الابتداء ببراءة علی الصحیح عند اھل الاداء وممن حکی الاجماع علی ذلک ابو الحسن بن غلبون وابو القاسم بن الفحام ومکی وغیرھم وھو الذی لا یوجد نص بخلافہ یعنی درمیان انفال اور براءة کے حذف بسملہ میں خلاف نہیں ہے اُن قراء سے جنہوں نے دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھی ہے اور اسی طرح ابتداء سورۂ برأت میں بھی حذف بسملہ میں خلاف نہیں ہے بنا بر قول صحیح نزدیک اہل اداء کے اور (ابو الحسن بن غلبون اور ابو القاسم بن الفحام اور مکی وغیرہ اُن لوگوں سے ہیں جنہوں نے اس عدم تسمیہ پر اجماع بیان کیا ہے) ان دونوں عبارتوں سے صاف معلوم ہوگیا کہ جمہور قراء سورۂ برأت کے شروع میں ابتداءً اور اتصالاً کسی حالت میں بسم اللہ نہیں پڑھتے البتہ بعض لوگ مثل علامہ سخاوی اور (ابو الفتح بن شیطا) وغیرہ کا مسلک یہ ہے کہ ابتداء سورۂ برأت میں

تسمیہ کو جائز سمجھتے ہیں جیسا کہ نشر صفحہ مذکور میں ہے وقد حاول بعضھم جواز البسملۃ فی اولھا قال ابو الحسن السخاوی انہ القیاس قال لان اسقاطھا اما ان یکون لان براءۃ نزلت بالسیف او لانھم لم یقطعوا بانھا سورۃ قائمۃ بنفسھا دون الانفال فان کان لانھا نزلت بالسیف فذاک مخصوص بمن نزلت فیہ ونحن انما نسمی للتبرک وان کان اسقاطھا لانہ لم یقطع بانھا سورۃ وحدھا فالتسمیۃ فی اوائل الاجزاء جایزۃ وقد علم الغرض باسقاطھا فلا مانع من التسمیۃ یعنی بعض لوگوں نے ابتداء سورۂ براۃ میں جواز بسملہ کے ثابت کرنے کا ارادہ کیا ہے کہا ابو الحسن سخاوی نے کہ تسمیہ قیاس کے مطابق ہے اور کہا کہ عدم تسمیہ یا تو اس وجہ سے ہے کہ براۃ سیف وقتال کے ساتھ نازل ہوئی ہے یا اس لئے کہ تارکین بسملہ کے نزدیک سورۃ برأت کا مستقلاً ایک صورت ہونا بدون انفال کے قطعی طور پر طے شدہ نہیں ہے پس اگر عدم تسمیہ بسبب نزول بالسیف ہے تو وہ مخصوص ہے جن کے لئے نازل ہوئی یعنی کفار کے لئے اور ہم برکت کے لئے بسم اللہ پڑھتے ہیں اور اگر ترک بسملہ اس وجہ سے ہے کہ اس کا مستقلاً ایک پوری سورۃ ہونا قطعی اور یقینی نہیں ہے تو بسم اللہ اوائل اجزاء میں جائز ہے پس بسم اللہ پڑھنے سے کوئی مانع نہیں ہے بہرحال ائمہ قرأت نے ہر حالت میں اس سورت پر ترک بسملہ اختیار کیا اور اصل علت عدم تسمیہ کی دو معلوم ہوتی ہیں ایک سورۂ برأت کے جزء انفال ہونے کا احتمال دوم مصاحف کی رسم خط میں بسم اللہ کا نہ ہونا جامع القرآن حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قول سے جو انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے جواب میں فرمایا اسی کی تائید ہوتی ہے۔

وقد اخرج احمد واصحاب السنن وصححہ ابن حبان والحاکم من حدیث ابن عباس قال قلت لعثمان ما حملکم علی ان عمدتم الی الانفال وھی من المثانی والی براۃ وھی من المئین فقرنتم بھما ولم تکتبوا بینھما سطر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ووضعتموھا فی السبع الطوال فقال عثمان کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا ما ینزل علیہ السورۃ ذات العدد فاذا انزل علیہ الشئ یعنی منھا دعا بعض من کان یکتب فیقول ضعوا ھؤلاء الآیات فی السورۃ التی یذکر فیھا کذا وکانت الانفال من اوائل ما نزل بالمدینۃ وبراءۃ من آخر القران وکان قصتھا شبیھۃ بھا فظننت انھا منھا فقبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یبین لنا انھا منھا فتح الباری ج ۹ صفحہ ۳۵ تا ۳۶

ترجمہ احمد اور اصحاب سنن نے تخریج کی ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے بروایت ابن عباسؓ انہوں نے کہا کہ تمہیں کس چیز نے آمادہ کیا اس بات پر کہ تم نے سورۂ انفال کو جو کہ مثانی میں سے ہے اور براۃ کو جو مئین میں سے ہے باہم ملا دیا اور ان دونوں کے درمیان میں بسم اللہ نہیں لکھی اور دونوں کو تم نے سبع طوال میں رکھ دیا حضرت عثمانؓ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت مرتبہ لمبی سورتیں نازل ہوتی تھیں تو جب آپ پر ان میں سے کوئی حصہ نازل ہوتا تھا تو آپ اس شخص کو بلاتے تھے جو کاتب وحی تھا اور اس سے فرماتے کہ ان آیات کو اس سورت میں رکھو جس میں ایسا ایسا ذکر ہے اور سورۂ انفال ان سورتوں میں سے

اور اوساط اور اجزاء میں اختیار ہے چاہے بسم اللہ پڑھے اور چاہے نہ پڑھے (اعوذ) اور بسم اللہ پڑھنے میں چار صورتیں ہیں فصل کل۔ وصل کل۔ فصل اول۔ وصل ثانی۔ وصل اول فصل ثانی۔ جب ایک سورۃ کو ختم کرکے دوسری سورۃ شروع کرے تو تین صورتیں جائز ہیں اور چوتھی صورت جائز نہیں یعنی فصل کل اور وصل کل اور فصل اول وصل ثانی جائز ہیں اور وصل اول فصل ثانی جائز نہیں (ف) امام عاصم کے نزدیک جن کی روایت حفص تمام جہان میں پڑھی جاتی ہے ان کے یہاں بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے تو اس لحاظ سے جس سورۃ کو قاری بلا بسم اللہ پڑھے گا تو وہ سورۃ امام عاصم کے نزدیک ناقص ہو گی ایسے ہی اگر سارا قرآن پڑھا جائے تو جتنی سورتوں میں بسم اللہ نہیں پڑھی ہے اتنی آیتیں قرآن شریف میں ناقص ہوں گی **فائدہ** اگر درمیان قرأت کے کوئی کلام اجنبی ہو گیا گو کہ سلام کا جواب ہی کسی کو دیا ہو تو پھر استعاذہ کو دہرانا چاہیئے **فائدہ** قرأت جہریہ میں استعاذہ جہر کے ساتھ ہونا چاہیئے اور اگر آہستہ سے یا دل میں استعاذہ کر لیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں (بعض کا قول ایسا ہے)

دُوسری فصل مخارج کے بیان میں

مخارج حروف کے چودہ ہیں پہلا مخرج اقصٰی حلق اس سے (ء ھ) نکلتے ہیں۔ دُوسرا مخرج وسط حلق اس سے

ہے جو شروع میں مدینہ شریف میں نازل ہوئیں اور سورۂ برأت قرآن کا وہ حصہ ہے جو آخر میں نازل ہوا اور اس کا قصہ سورہ انفال سے ملتا جلتا ہے میں نے گمان کیا کہ یہ اُسی کا جزو ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی اور آپ نے ہم سے یہ ظاہر نہیں کیا کہ یہ اُسی کا جز ہے الخ (حاشیہ صفحہ ہذا) لہ یہ چار صورتیں اس وقت ہیں جبکہ ابتداء قرأت شروع سورت سے ہو لیکن اگر ابتداء قرأت شروع سورت سے نہ ہو بلکہ اجزائے سورت سے ہو اور بسم اللہ بھی پڑھی جائے تو اس وقت فصل کل اور وصل اول فصل ثانی صرف یہی دو صورتیں ہوں گی بقیہ دو صورتیں یعنی وصل کل اور فصل اول وصل ثانی جائز نہ ہوں گی۔ اتحاف مطبوعہ مصر ص بعلم مما تقدم من التخییر فی الابتداء بالاجزاء مع ثبوت البسملة بین السورانه لا یجوز وصل البسملة بجزء من اجزاء السورة لا مع الوقف ولا مع وصله بما بعده اذ القراءة سنة متبعة ولیس اجزاء السورة محلا للبسملة عند احد والمنع من ذلك اولی من منع وصلها باخر السورة الخ لہ اگرچہ ایک سورۃ ختم کرکے دُوسری کوئی بھی سورت شروع کی جائے ترتیب قرآنی کے بموجب ہو یا نہ ہو البتہ سورۃ برأت اس حکم سے مستثنٰی ہے۔ (اظہار احمد تھانوی) لہ کیونکہ اس صورت میں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بسم اللہ پہلی سورۃ کے ختم کے سبب سے پڑھی گئی ہے حالانکہ بسم اللہ پڑھنے کا سبب دُوسری سورۃ کا شروع کرنا ہے ۱۲ لہ مگر یہ امر ظاہر ہے کہ بسم اللہ کا جزو ہر سورت ہونا امر قطعی نہیں کیونکہ مجتہدین و فقہا کا اختلاف

(ع ح) نکلتے ہیں تیسرا مخرج ادنیٰ حلق اس سے (غ خ) نکلتے ہیں چوتھا مخرج اقصیٰ لسان اور اوپر کا تالو اس سے (ق) نکلتا ہے پانچواں مخرج قاف کے مخرج سے ذرا منہ کی طرف ہٹ کر اس سے (ك) نکلتا ہے ان دونوں حرفوں کو یعنی (ق اور ك) کو حروفِ لہویہ[ل] کہتے ہیں چھٹا مخرج وسطِ لسان[ع] اس سے (ج ش ی) نکلتے ہیں ساتواں مخرج حافۂ لسان اور ڈاڑھوں کی جڑ اس سے (ض) نکلتا ہے۔ آٹھواں مخرج طرف لسان اور دانتوں کی جڑ اس سے (ل ن ر) نکلتے ہیں۔ نواں مخرج نوک زبان اور ثنایا علیا کی جڑ اس سے (ط د ت) نکلتے ہیں۔ دسواں مخرج نوک زبان اور ثنایا علیا کا کنارہ اس سے (ظ ذ ث) نکلتے ہیں۔ گیارہواں مخرج نوک زبان اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا کے اس سے (ص ز س) نکلتے ہیں۔ بارھواں مخرج نیچے کا لب اور ثنایا علیا کا کنارہ اس سے (ف) نکلتا ہے۔ تیرھواں مخرج دونوں لب اس سے (ب م و) نکلتے ہیں۔ چودھواں مخرج خیشوم اس سے غنہ نکلتا ہے مراد اس سے نون مخفی و مدغم بادغام ناقص ہے۔ **(فائدہ)** یہ مذہب فراء وغیرہ کا ہے۔ اور سیبویہ کے نزدیک سولہ مخارج ہیں انہوں نے (ل) کا مخرج حافۂ لسان اس کے بعد (ن) کا مخرج کہا ہے اس کے بعد (ر) کا مخرج ہے اور خلیل کے نزدیک سترہ ہیں انہوں نے (ل ن ر) کا مخرج جُدا جُدا رکھا ہے اور حروفِ علت جب مدہ ہوں ان کا مخرج جوف کہا ہے۔

(متعلق صفحہ گذشتہ) ہے احناف جزء قرآن کے قائل ہیں اور شوافع جزء ہر سورت کے قائل۔ ایسے ہی ابن کثیر عاصم کسائی کی طرف نسبت اعتقاد جزء ہر سورت کا ہونا امر ظنی ہے قطعی نہیں۔ کیونکہ کتب تفسیر اور قراءت کی کتابوں میں جن کے مؤلف شافعی المذہب ہیں ان کا قول ہے کہ یہ قراء جزء ہر سورت کے قائل ہیں اور ان قراء سے روایت اعتقاد جزئیت ہر سورت کی نظر سے نہیں گذری البتہ بسم اللہ کی روایت ان قراء سے قطعی ہے اور اعتقاد جزئیت مسئلہ فقہی ہے علم قرأت سے اس کو تعلق نہیں ۱۲ منہ

[ل] کیونکہ آیت کے اندر اطلاق ہے استعاذہ بالسر یا بالجہر کی قید نہیں ۱۲ [ع] یہ اختلاف چودہ سولہ اور سترہ کا حقیقی اختلاف نہیں ہے قراء نے ل ن ر میں قرب کا لحاظ کر کے ایک کہہ دیا سیبویہ اور خلیل نے قرب کا لحاظ نہ کر کے الگ مخرج ہر ایک کا بیان کیا جیساکہ محققین کا قول ہے کہ ہر حرف کا مخرج علیحدہ ہے مگر نہایت قرب کی وجہ سے ایک شمار کیا جاتا ہے علیٰ ہذا القیاس حروف مدہ کا مخرج خلیل نے جوف کہا ہے فراء اور سیبویہ نے مدہ وغیرہ کا ایک ہی مخرج کہا ہے مخرج جوف زائد نہیں کیا اس میں تحقیق یہ ہے کہ الف بالکل ہوائی حرف ہے اس میں اعتماد صوت کا کسی جزء معین پر نہیں ہوتا اس واسطے فراء سیبویہ نے مبدء مخارج یعنی اقصاء حلق اس کا مخرج کہا ہے اور حرف (و) (یا) جب مدہ ہوں تو اس وقت اعتماد صوت کا لسان و شفتین پر نہایت ضعیف ہوتا ہے مگر ہوتا ضرور ہے تو فراء سیبویہ نے اس اعتماد ضعیف کی وجہ سے مدہ وغیر مدہ کے مخرج میں فرق نہیں کیا خلیل نے ضعف و قوت کا لحاظ کر کے ایک مخرج جوف زائد کیا ہے ۱۲ منہ [ع] اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حروف حلقی الف سمیت سات ہوگئے کیونکہ حروف حلقی کی تعداد مشہور جمہور کے نزدیک چھ ہی ہے چونکہ الف بالاتفاق ہوائی اور جوفی ہے۔ اور ابتدا جوف کی اقصاء حلق سے ہوتی ہے اس وجہ سے

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۱ پر)

فراءنے ابتداء جوف کے لحاظ سے الف کا مخرج اقصائے حلق قرار دے دیا جیسا کہ مخارج کے بیان میں فائدہ نمبر ا سے واضح ہے ۔

لہ نسبۃ الی اللھات وھی لحمۃ مشتبکۃ بآخر اللسان یعنی زبان کی جڑ کے مقابل ایک پارہ گوشت ہے جس کو اردو میں کوّا کہتے ہیں اسی کی طرف نسبت ہے ۱۲ ؎ اور وسط تالو ۱۲ ؎ غنہ صوت خیشومی کا نام ہے اور یہ سب حرفوں میں ممکن الادا ہے مگر ن م میں صفت لازمہ کے طور سے ہے اور جب یہ دونوں حرف مشدد یا مخفی یا مدغم بالغنہ ہوں تو اس وقت یہ صفت علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے اور ان حالتوں میں خیشوم کو ایسا دخل ہے کہ بغیر اس صفت کے ن م بالکل ادا ہی نہ ہوں گے یا نہایت ناقص ادا ہوں گے لہذا قراء نے لکھا ہے کہ ن م کا مخرج ان حالتوں میں خیشوم ہے اب کئی اعتراض ہوتے ہیں۔ اوّل۔ یہ کہ سب صفات لازمہ میں یہ بات پائی جاتی ہے کہ بغیر ان کے حرف ادا نہیں ہوتا تو سب کا مخرج بیان کرنا چاہیئے اور مخرج بدلنا چاہیئے یا دو مخرج لکھنا چاہیئے۔ جواب یہ ہے کہ چونکہ صفت غنہ کا مخرج سب مخارج سے علیحدہ ہے اس واسطے بیان کرنے کی حاجت ہوئی۔ بخلاف اور صفات کے کہ انہیں مخارج سے تعلق رکھتے ہیں جہاں سے حروف نکلتے ہیں۔ دُوسرا شبہ یہ ہوتا ہے کہ ن مشدد اور مدغم بالغنہ اور م مطلقاً خواہ مشدد ہو یا مخفی ان صورتوں میں اصلی مخارج سے نکلنے میں تبدیل مخرج تو نہیں معلوم ہوتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ مخرج اصلی کو بھی دخل ہے اور خیشوم کو بھی، تاکہ علی وجہ الکمال ادا ہوں تیسرا شبہ یہ ہے کہ نون مخفی کو بعض قراء زمانہ لکھتے ہیں کہ اس میں لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں اور کتب تجوید کی بعض عبارت سے اُن کی تائید ہوتی ہے مگر غور و خوض کیا جائے اور سب کے اقوال مختلفہ پر نظر کی جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ ن مخفی میں لسان کو بھی دخل ہے مگر ضعیف اسی وجہ سے کالعدم سمجھا گیا جیسا کہ حروف مدہ میں اعتماد ضعیف سے قطع نظر کر کے خلیل وغیرہ نے ان کا مخرج جوف بیان کیا ہے ایسا ہی نون مخفی کا حال ہے کہ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے حرف خفی یخرج من الخیشوم لا عمل للسان فیہ ترجمہ (یعنی ایک حرف خفی ہے جو نکلتا ہے ناک کے بانسہ سے زبان کا اس میں کوئی کام نہیں) اب لا عمل للسان کو دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے کہ لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں کیونکہ نکرہ منفی عموم کا فائدہ دیتا ہے اگر یہ صحیح مانا جائے تو حرف کا اطلاق صحیح نہیں اس واسطے کہ حرف کی تعریف ملا علی قاری وغیرہ نے لکھی ہے کہ صوت یعتمد علی مقطع محقق او مقدر (ترجمہ یعنی حرف ایک آواز ہے جو ٹکتی ہے کسی مخرج محقق یا مقدر پر مقطع محقق کو اجزاء حلق لسان شفت بیان کیا اور مقطع مقدر جوف کو بیان کیا لہذا لا عمل للسان میں عمل خاص کی نفی ہے جیسا کہ آگے کی عبارات سے معلوم ہو جائے گا۔ ثانیاً ملا علی قاری کی عبارت سے بھی عمل لسان ثابت ہے وہ لکھتے ہیں کہ وان النون المخفاۃ مرکبۃ من مخرج الذات ومن تحقق الصفۃ فی تحصیل الکمالات ترجمہ نون مخفی مرکب ہے مخرج ذات سے اور کمالات کی تحصیل میں صفت کے پائے جانے سے تحقق الصفۃ کے معنے وجود غنہ اور اس کا مخرج خیشوم ہے فثبت ماقلنا ثالثاً امام جزری نشر فی القراءت العشر میں لکھتے ہیں المخرج السابع عشر الخیشوم وھو الغنۃ وھی تکون فی النون والمیم الساکنین حالۃ الاخفاء او ما فی حکمہ من الادغام بالغنۃ فان مخرج ھذین الحرفین یتحول فی ھذہ الحالۃ عن مخرجھا الاصلی علی القول الصحیح کما یتحول مخرج حروف المد من مخرجھا الی الجوف علی الصواب ترجمہ سترھواں مخرج خیشوم ہے اور وہ غنہ کا مخرج ہے جو کہ نون ساکن میں اخفاء یا ادغام بالغنہ کی حالت

میں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان دونوں حرفوں کا مخرج اس حالت میں قول صحیح کی بنا پر اپنے اصلی مخرج سے پلٹ جاتا ہے جیساکہ حروف مد کا مخرج ان کے مخرج سے جوف کی طرف پلٹ جاتا ہے بنا بر قول صواب کے پھر آگے احکام النون الساکنہ والتنوین کی تنبیہات میں لکھتے ہیں۔ الاول مخرج النون والتنوین مع حروف الاخفاء الخمسۃ عشر من الخیشوم فقط ولا حظ لھما معھن فی الفم لانہ لا عمل للسان فیھما کعملہ فیھما مع ما یظھران او یدغمان بغنۃ ترجمہ۔ اول نون اور تنوین کا مخرج معہ پندرہ حروف اخفاء کے فقط خیشوم سے ہے اور ان دونوں میں ان حروف کے ساتھ منہ میں زبان کا کوئی حصہ نہیں اس لئے کہ ان دونوں میں زبان کا کوئی کام نہیں پڑتا جیساکہ ان دونوں میں اظہار یا ادغام بالغنہ کی صورت میں ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا نفی قید کی ہے مطلق عمل کی نہیں یعنی اظہار اور ادغام بالغنہ میں جو عمل ہے یہ نون مخفی میں نہیں اب اگر تحول کے معنے انتقال اور تبدل کے مُراد ہوں تو لا عمل کعملہ مع ما یدغمان بغنۃ اس کے معارض ہوگا لہٰذا مراد تحول سے توجہ ومیلان ہے اس طرح پر کہ محول عنہ ومحول الیہ دونوں کو دخل ہے مگر نون خفیفہ میں بہ نسبت نون مشدّدہ کے لسان کو بہت کم دخل ہے بخلاف نون مشدّد ومدغم بالغنہ ومیم مخفاۃ کے کہ ان میں لسان وشفت کو زیادہ دخل وعمل ہے ایک بات اور یہاں سے ظاہر ہوتی ہے کہ نون مخفی میں لسان کو ایسا عمل بھی نہ ہو جیساکہ نون اور میم مشدّد میں ہوتا ہے۔ اور نہ مابعد کے حرف کے مخرج پر اعتماد ہو جیساکہ ر و۔ یا۔ ل ر) میں بحالت ادغام بالغنہ اعتماد ہوتا ہے کیونکہ ان حرفوں میں ادغام بالغنہ کی صورت یہ ہے کہ نون کو مابعد کے حرف سے بدل کر اوّل حرف کو اس کے مخرج سے معہ صوت خیشومی کے ادا کریں اسی وجہ سے اس نون کو جو (یا۔ و۔ ل۔ ر) میں مدغم بالغنہ ہوتا ہے اس کو حرف کے ساتھ کسی نے تعبیر نہیں کیا کیونکہ یہاں ذات نون بالکل منعدم ہوگئی ہے اور نہ اصلی مخرج سے کچھ تعلق رہا ہے صرف غنہ باقی ہے جس کا محل خیشوم ہے بخلاف نون مخفی کے کہ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے حرف خفی یخرج من الخیشوم ولا عمل للسان فیہ ولا شائبۃ حرف اخر فیہ ترجمہ۔ (وہ ایک حرف خفی ہے جو خیشوم سے نکلتا ہے اور زبان کا اس میں کوئی کام نہیں رہا اور مابعد کے حرف کا اس میں کوئی شائبہ نہیں) اب امام جزری کے قول سے بھی ثابت ہوگیا کہ نون مخفی میں لسان کو بھی کچھ دخل ہے نہایت القول المفید میں نشر سے زیادہ صاف مطلب نکلتا ہے پہلے لکھا ہے کہ خیشوم مخرج ہے نون میم غیر مظہر کا پھر لکھتے ہیں کہ لا یقال لا بد من عمل اللسان فی النون والشفتین فی المیم مطلقا حتی فی حالۃ الاخفاء والادغام بغنۃ وکذا للخیشوم عمل حتی فی حالۃ الاظہار والتحریک فلم ھٰذا التخصیص لانھم نظروا للاغلب فحکموا لہ بانہ المخرج فلما کان الاغلب فی حالۃ اخفائھما وادغامھما بغنۃ عمل الخیشوم جعلوہ مخرجھما حینئذ وان عمل اللسان والشفتان ایضاً ولما کان الاغلب فی حالۃ التحرک والاظہار عمل اللسان والشفتین جعلوھا المخرج وان عمل الخیشوم حینئذٍ ایضًا الخ رابعاً غنہ اور اخفاء سے بغرض تحسین لفظ اور جو ثقل ترکیب حروف سے پیدا ہو اس کی تخفیف مقصود ہوتی ہے اور ایسے اخفاء سے کہ جس میں لسان کو ذرہ بھر بھی تعلق نہ ہو محال نہیں متعسر ضرور ہے اور صورت بھی کریہہ ہو جاتی ہے۔ اگر کچھ بنا کر تکلف سے ادا کیا جائے حاصل یہ ہے کہ نون مخفاۃ کے ادا کرتے وقت زبان حنک سے قریب منفصل ہوگی۔ مگر اتصال نہایت ضعیف ہوگا۔ ۱۲ منہ

تیسری فصل صفات کے بیان میں

جہر کے معنی شدت[1] اور زور سے پڑھنے کے ہیں اس کی ضد ہمس ہے یعنی نرمی[2] کے ساتھ پڑھنا اور اس کے دس حروف ہیں جن کا مجموعہ (فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَکَتَ) ہے ان حروف کے ماسوا سب مجہورہ ہیں شدید کے آٹھ حرف ہیں جن کا مجموعہ (اَجِدُ قَطٍ بَکَتَ) ہے۔ ان کے سکون[3] کے وقت آواز رُک جاتی ہے۔ پانچ حروف متوسطہ ہیں جن کا مجموعہ (لِنْ عُمَرُ) ہے ان میں بالکل آواز بند نہیں ہوتی باقی حروف ماسوا شدیدہ اور متوسطہ کے سب رخوہ ہیں یعنی ان کی آواز جاری ہو سکتی ہے[4] (خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ) یہ حروف متصف ہیں ساتھ استعلاء کے یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو کی طرف بلند ہو جاتا ہے۔ ان کے ماسواء سب حروف استفال[5] کے ساتھ متصف ہیں ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا بلند نہ ہوگا۔ (صطظض) یہ حروف متصف ہیں ساتھ اطباق[6] کے یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا تالو سے مل جاتا ہے ان چاروں حرفوں کے سوا باقی حروف انفتاح سے متصف ہیں یعنی ان کے ادا کرتے وقت اکثر زبان تالو سے ملتی نہیں یہ صفات جو ذکر کئے گئے ہیں متضادہ ہیں جہر کی ضد ہمس ہے اور رخوۃ کی ضد شدت ہے اور استعلاء کی ضد استفال ہے اور اطباق کی ضد انفتاح ہے تو ہر

---

[1] اس جگہ شدت سے قوت کے معنی مراد ہیں سختی کے معنی مراد نہیں ورنہ جہر اور شدت کا شے واحد ہونا اور ہر حرف مجہورہ کا شدید ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ بعض حروف مجہورہ صفت رخاوت سے متصف ہیں مثلاً (ذ ز وغیرہ) جیسا کہ نقشہ صفات لازمہ سے واضح ہے ۱۲

[2] یہاں نرمی سے ضعف مراد ہے جو مقابل ہے قوت کا وہ نرمی مراد نہیں جو سختی کے مقابل ہے ورنہ ہر حرف مہموسہ کا رخوہ ہونا لازم آئے گا۔ حالانکہ کاف اور تاء مہموسہ شدیدہ ہیں ۱۲

[3] چونکہ جریان اور احتباس صوت کا ادراک اور احساس سکون کی حالت میں واضح طور پر ہوتا ہے اس لئے سکون کی قید لگائی ورنہ مطلقاً ہر حالت میں یہ صفت پائی جاتی ہے جیسا کہ صفت غنہ نون اور میم متحرک میں بھی ہوتی ہے مگر سکون کی حالت میں زیادہ صاف معلوم ہوتی ہے ۱۲

[4] مطلب یہ ہے کہ ان کے تلفظ میں جس درجہ کا جریان صوت ضروری ہے اس سے زیادہ بھی ممکن ہے جیسا کہ مشاہدہ سے ثابت ہے ۱۲

[5] استفال کو انفتاح لازم ہے لہذا ہر مستفلہ حرف منفتحہ ضرور ہوگا اور انفتاح کو استفال لازم نہیں پس ہر منفتحہ حرف کا مستفلہ ہونا ضروری نہیں جیسا کہ غ خ ق سے ظاہر ہے حاصل یہ کہ صفت انفتاح ایک ایسی کیفیت ہے جو استفال اور استعلاء دونوں کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے ۱۲

[6] اطباق اور استعلاء میں بھی وہی نسبت عموم و خصوص کی ہے یعنی ہر مطبقہ مستعلیہ ضرور ہوگا لیکن ہر مستعلیہ کا مطبقہ ہونا ضروری نہیں ہے ۱۲

حرف چار صفتوں[1] کے ساتھ ضرور متصف ہوگا باقی صفات کی ضد نہیں ہے قلقلہ کے پانچ حرف ہیں جن کا مجموعہ (قُطُبُ جَدٍ) ہے مگر قاف میں قلقلہ واجب باقی چار حروف میں جائز[2] ہے قلقلہ کے معنی مخرج میں جنبش دینا سختی کے ساتھ

---

[1] اکثر مصنفین نے صفت اصمات اور اذلاق کو بھی صفات متضادہ کے سلسلہ میں بیان کیا ہے چنانچہ جزری میں بھی موجود ہے مصنف علیہ الرحمۃ نے شاید اس لئے یہ صفات بیان نہیں فرمائیں کہ ان دونوں صفتوں کو دیگر صفات لازمہ کی سی اہمیت حاصل نہیں چنانچہ مطولات کتب فن مثل نشر وجہد المقل میں ان کا کہیں پتہ نہیں اور نہ ان کی تعریف میں کوئی وصف یا کیفیت بیان کی گئی ہے واللہ اعلم ۱۲

[2] اس کا مقصود یہ نہیں کہ علاوہ قاف کے بقیہ چار حرفوں میں قلقلہ کرنا یا نہ کرنا دونوں کا اختیار دیا گیا یا قلقلہ کا وجود اور عدم دونوں مساویانہ ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ قاف میں صفت قلقلہ کا اظہار بمقابلہ بقیہ حروف کے زیادہ کرنا چاہیئے جیساکہ تجوید کی معتبر کتابوں سے معلوم ہوتا ہے مثلاً علامہ شاطبی فرماتے ہیں و فی قطب جد خمس قلقلۃ علا + واعرفہن القاف کل یعدھا ترجمہ۔ اور کلمہ قطب جد میں پانچ حروف قلقلہ کے مشہور ہیں اور ان میں زیادہ مشہور قاف ہے جس کو سب لوگ اعرف حروف قلقلہ سے شمار کرتے ہیں۔ اور علامہ جزری فرماتے ہیں وبیِّنن مقلقلا ان سکنا۔ وان یکن فی الوقف کان ابینا۔ اور شرح شاطبی علامہ ملا علی قاری مطبوعہ دہلی ۱۳۰۴ھ میں ہے وقال ابن الحاجب ھو صوت فلق الحیز وکل من القراء یجعل القاف منھا القوۃ ضغطھا قال ابوالحسن اصل القلقلۃ القاف وقال ابوالعباس بعضھا اشد من بعض والمستقرۃ غیرھا اور تمام قاری قاف کو حروف قلقلہ سے قرار دیتے ہیں بسبب اس کی گرفت کی قوۃ کے ابوالحسن نے کہا اصل حروف قلقلہ میں قاف ہے ابوالعباس نے کہا کہ ان میں سے بعض بعض سے زیادہ شدید ہیں۔ اور علاوہ حروف قلقلہ کے بقیہ حروف مستقرہ یعنی غیر قلقلہ ہیں اور نہایت القول المفید مطبوعہ مصر ص۵۲ میں ہے والحال ان القلقلۃ صفۃ لازمۃ لھذہ الاحرف الخمسۃ لکنھا فی الموقوف علیھا اقوی منھا فی الساکن الذی لم یوقف علیہ وفی المتحرک قلقلۃ ایضا لکنھا اقل فیہ من الساکن الذی لم یوقف علیہ لان تعریف القلقلۃ باجتماع الشدۃ والجھر کما فی المرعشی یشیر الی ان حروف القلقلۃ لا تنفک عن القلقلۃ عند تحرکھا وان لم تکن القلقلۃ عند تحرکھا ظاھرۃ کما ان حرفی الغنۃ وھما النون والمیم لا یخلوان عن الغنۃ عند تحرکھا وان لم تظھر فبذلک تبین ان مراتبھا ثلثۃ وھذہ القلقلۃ بعضھا اشد من بعض واقواھا القاف بالاتفاق لشدۃ ضغطہ واستعلائہ انتھی۔ ترجمہ۔ اور حاصل یہ ہے کہ قلقلہ ان پانچوں حرفوں کی صفت لازمہ ہے لیکن وہ موقوف علیہ میں بہ نسبت اس ساکن کے جس پر وقف نہ کیا جائے زیادہ قوی ہوتا ہے اور متحرک میں بھی قلقلہ ہوتا ہے مگر وہ اس ساکن کی نسبت کم ہوتا ہے جس پہ وقف نہ کیا جائے اس لئے کہ قلقلہ کی تعریف شدت اور جہر کے اجتماع کے ساتھ جیساکہ مرعشی میں ہے اس طرف اشارہ کرتی ہے۔ کہ حرف قلقلہ اپنے تحرک کے وقت قلقلہ سے جدا نہیں ہوتے گو حرکت کے وقت قلقلہ ظاہر نہ ہو جیساکہ دونوں حرفِ غنہ یعنی نون اور میم حرکت کی حالت میں غنہ سے خالی نہیں ہوتے اگرچہ غنہ ظاہر نہ ہو اس سے معلوم ہوا کہ قلقلہ کے تین درجے

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۵ پر)

(ر) میں صفت تکرار کی ہے مگر اس سے جہاں تک ممکن ہو احتراز کرنا چاہیئے (ش) میں صفت تفشی ہے یعنی منہ میں صوت پھیلتی ہے اور (ض) میں صفت استطالہ ہے اور (ص ز س) حروف صفیرہ کہلاتے ہیں۔ (ن م) میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ ناک میں آواز جاتی ہے اور کسی حرف میں یہ صفت نہیں ہے اور ان صفات متضادہ سے چار صفتیں یعنی جہر شدت استعلاء اطباق قویہ ہیں باقی ضعیف ہیں اور صفات غیر متضادہ سب قویہ ہیں تو ہر حرف میں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ہیں اور یہ حروف قلقلہ بعض بعض سے زیادہ شدید ہیں اور سب سے زیادہ قوی قاف ہے بالاتفاق بسبب اس کی گرفت کی سختی اور اس کے استعلاء کے انتہی، پس جملہ عبارتوں کا خلاصہ یہی ہوا کہ قاف میں صفت قلقلہ نسبتاً دوسرے حرفوں کے اقوی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بقیہ حروف میں یہ صفت معدوم ہے ورنہ بعض خرابیاں پیدا ہوتی ہیں (۱) تجوید کی معتبر کتابوں میں صفت قلقلہ کو صفات لازمہ کے سلسلہ میں بیان کیا ہے۔ اور صفت لازمہ کے انفکاک سے موصوف کا ناقص ادا ہونا مسلّم ہے پس انعدام صفت قلقلہ سے حروف قلقلہ کی ادائیگی کامل طور پر کس طرح ہوسکتی ہے۔ (۲) کلمات احطت بسطت فرطت وغیرہ میں سب کے نزدیک ادغام ناقص ثابت ہے بالفرض اگر طا میں صفت قلقلہ کا انعدام صحیح اور جائز رکھا جائے تو پھر اظہار اور ادغام میں کوئی فرق مابہ الامتیاز باقی نہیں رہتا اور نہ ثبوت ادغام کے لئے کوئی دلیل پائی جاتی ہے واللہ اعلم ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہذا) لے تکرار کے لغوی معنی اعادۃ الشیٔ مرۃ او اکثر (یعنی کسی شئے کا مکرر سہ کرر ہونا اور اصطلاحی معنی مشابہت تکرار کے ہیں مطلب یہ کہ را کی ادائیگی میں کچھ مشابہت تکرار ہونا چاہیئے یہ صفت ادائی اور لازمی ہے ورنہ بجائے (ر) کے دائے مفخمہ ہوجاوے گا جیسا کہ بعض لوگوں کا تلفظ مشاہد ہے اور چونکہ تکرار حقیقی کی بھی صلاحیت را میں پائی جاتی ہے اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے ورنہ بجائے ایک را کے دو اور بجائے دو کے چار ہوجائیں گے خصوصاً را مشدد میں اس کا لحاظ ضرور رکھنا چاہیئے جیسا کہ مرعشی میں ہے لیس معنی اخفاء تکریرہ اعدام تکریرہ بالکلیۃ باعدام ارتعاد راس اللسان بالکلیۃ لان ذالك لا یمکن الا بالمبالغۃ فی لصق راس اللسان باللثۃ بحیث ینحصر الصوت بینھما بالکلیۃ کما فی الطاء المھملۃ وذالك خطأ لا یجوز ترجمہ (را کی تکریر کو پوشیدہ کرنے کے معنی یہ نہیں کہ زبان کے سرے کی کپکپی کو مٹا کر اس کی تکریر کو بالکل مٹا دیا جائے۔ اس لئے کہ یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ جب زبان کے سرے کو مسوڑھے کے ساتھ چمٹانے میں اتنا مبالغہ کیا جائے کہ آواز ان دونوں کے درمیان بالکل رُک جائے جیسا کہ طا میں ہوتا ہے اور یہ غلطی ہے جو جائز نہیں) اور نہایت القول المفید ۵۵ میں ہے قال سیبویہ اذا تکلمت بالراء خرجت کانھا مضاعفۃ وذلك لما فیھا من التکریر الذی انفردت بہ دون سائر الحروف وقد توھم بعض الناس ان حقیقۃ التکریر ترعید اللسان بھا المرۃ بعد المرۃ فاظھر ذالك تشدیدھا کما یفعلہ بعض الاندلسیین والصواب التحفظ من ذالك باخفاء تکریرھا کما ھو مذھب المحققین وقد یبالغ قوم فی اخفاء تکریرھا مشددۃ فیاتی بھا منحصرۃ شبیھۃ بالطاء و

جتنی صفتیں قوت کی ہوں گی اتنا ہی حرف قوی ہوگا۔ اور جتنی صفتیں ضعف کی ہوں گی اتنا ہی حرف ضعیف ہوگا۔

اقوی حروف	قوی حروف	متوسط حروف	ضعیف حروف	اضعف حروف
ط ض ظ ق	ج د ص غ ر ب	ز ت خ ذ ع ك ا ء	س ش ل و ی	ث ح ن م ف ہ

(فائدہ) ہمزہ میں شدت اور جہر کی وجہ سے کسی قدر سختی ہے مگر نہ اس قدر کہ ناف ہل جائے ناف سے حروف کو کچھ علاقہ ہی نہیں (فائدہ) (ف ہ) یہ دونوں حرف اضعف الحروف ہیں۔ نہایت ہی نرمی سے ادا ہونا چاہیئے (فائدہ) حرف (ع ح) کے ادا کرتے وقت گلا نہ گھونٹا جائے بلکہ وسط حلق سے نہایت لطافت سے بلا تکلف نکالنا چاہیئے۔

(حاشیہ صفحہ ۱۵) ذالك خطائٌ لایجوز لان ذالك یودّی الی ان یکون الراء من الحروف الشدید مع انه من الحروف البینیة فینبغی للقاری عند النطق بها ان یلصق ظهر لسانه باعلی حنكه لصقا محكما مرة واحدة بحیث لا یرتعد لانه متی ارتعد حدث من كل مرة راء فاذا نطق بها مشددة وجب علیه التحفظ من تكریرها و تادینها برفق من غیر مبالغة فی الحصر نحو قوله الرحمٰن الرحیم الخ ترجمہ (سیبویہ نے کہا جب تم را کا تلفظ کرو گے تو گویا وہ دوہری ہو کر نکلے گی اس لئے کہ اس میں وہ تکرار پائی جاتی ہے کہ جس کے ساتھ باقی حروف کے علاوہ وہی مخصوص ہے بعض لوگوں نے وہم کیا ہے کہ تکریر کی حقیقت زبان کو بار بار کپکپانا ہے اور راس نے اس کی تشدید کے وقت اس بات کو ظاہر کیا جیسا کہ بعض اندلسی کرتے ہیں اور صحیح یہ ہے کہ تکرار کو پوشیدہ رکھ کر اس سے بچا جائے کہ محققین کا مذہب ہے اور بعض لوگ تشدید کی حالت میں اس کی تکریر کے چھپانے میں مبالغہ کرتے ہیں اور راس کو رکا ہوا نکالتے ہیں۔ طاء کے مشابہ اور یہ غلطی ہے جو جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ راء حروف شدیدہ میں سے ہو جائے گی باوجودیکہ حروف بینیہ یعنی متوسط میں سے ہے اس لئے قاری کو مناسب ہے کہ اس کے تلفظ کے وقت اپنی زبان کی پشت کو تالو کے اعلیٰ حصہ سے ایکبار مضبوط چمٹائے اس طرح کہ لرزے نہیں۔ اس لئے کہ اگر زبان لرزیگی تو ہر مرتبہ ایک را پیدا ہوگی اور جب اس کو مشدد تلفظ کرے تو واجب ہے اس کی تکریر سے بچنا اور اس کو نرمی کے ساتھ بلا حصر میں مبالغہ کئے ہوئے ادا کرے جیسا الرحمن الرحیم الخ پس ان اقوال سے واضح ہو گیا کہ نفس مشابہت تکرار صفت لازمہ اور ذاتی ہے وہ ادا ہونا چاہیئے اور را کا حکم حقیقی تکرار سے ہے جو غیر ذاتی ہے اس سے بچنا لازمی ہے۔ ؎۲ جس کو غنہ کہتے ہیں اور غنہ کی تعریف یہ ہے ھی صوت اغن شبیه لصوت الغزال اذا ضاع ولدھا یعنی غنہ ایک بھنبھناہٹ والی آواز ہے جو مشابہ ہے ہرنی کی اس آواز سے جب وہ اپنے بچے کے گم ہو جانے پر بولتی ہے (حاشیہ صفحہ ہذا) ؎ا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کے ضعیف اور نرم ادا کرنے میں اتنا مبالغہ کیا جائے کہ (ف) مثل واؤ کے اور (ہ) مثل ہمزہ مسہلہ کے ہو جائے۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا تلفظ مشاہدہ ہے

چوتھی فصل ہر حرف کی صفات لازمہ[1] کے بیان میں

نمبر شمار	اشکال حروف	اسمائے صفات لازمہ
۱	ا	مجہور رخو مستفل منفتح مدہ مفخم یا مرقق
۲	ب	مجہور شدید مستفل منفتح قلقلہ
۳	ت	مہموس شدید مستفل منفتح
۴	ث	مہموس رخو مستفل منفتح
۵	ج	مجہور شدید مستفل منفتح قلقلہ
۶	ح	مہموس رخو مستفل منفتح
۷	خ	مہموس رخو مستعلیہ منفتح
۸	د	مجہور شدید مستفل منفتح مقلقل
۹	ذ	مجہور رخو مستفل منفتح
۱۰	ر	مجہور متوسط مستفل منفتح تکرار مفخم یا مرقق
۱۱	ز	مجہور رخو مستفل منفتح صفیر
۱۲	س	مہموس رخو مستفل منفتح صفیر
۱۳	ش	مہموس رخو مستفل منفتح تفشی
۱۴	ص	مہموس رخو مستعل مطبق صفیر مفخم
۱۵	ض	مجہور رخو مستعل مطبق مستطیل مفخم
۱۶	ط	مجہور شدید مستعل مطبق مقلقل مفخم
۱۷	ظ	مجہور رخو مستعل مطبق مفخم
۱۸	ع	مجہور متوسط مستفل منفتح
۱۹	غ	مجہور رخو مستعل منفتح
۲۰	ف	مہموس رخو مستفل منفتح
۲۱	ق	مجہور شدید مستعل منفتح قلقلہ مفخم
۲۲	ك	مہموس شدید مستفل منفتح
۲۳	ل	مجہور متوسط مستفل منفتح مرقق یا مفخم
۲۴	م	مجہور متوسط مستفل منفتح غنہ
۲۵	ن	مجہور متوسط مستفل منفتح غنہ
۲۶	و	مجہور رخو مستفل منفتح
۲۷	ہ	مہموس رخو مستفل منفتح
۲۸	ء	مجہور شدید مستفل منفتح
۲۹	ی	مجہور رخو مستفل منفتح

[1] نقشہ ہذا میں جو بعض حروف کے صفات کے سلسلہ میں مفخم یا مرقق لکھا ہے اس ترقیق یا تفخیم کو صفات لازمہ سے نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ استعلاء کو تفخیم اور استفال کو ترقیق عارض ہو جاتی ہے مگر چونکہ للاکثر حکم الکل سوائے ترقیق اور تفخیم کے بقیہ تمام صفات لازمہ ہی ہیں اس وجہ سے سرخی میں صفات لازمہ ہی لکھ دینے پر اکتفا کیا گیا۔

پانچویں فصل صفات ممیزہ کے بیانمیں

حروف اگر صفات لازمہ میں مشترک ہوں تو مخرج سے ممتاز ہوتے ہیں اگر مخرج میں متحد ہوں تو صفت لازمہ منفردہ[1] سے ممتاز ہوتے ہیں جن حرفوں میں تمائز بالمخرج ہے ان کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں البتہ حروف متحد فی المخرج کے بیان کرنے کی ضرورت ہے (ا ء ہ) میں الف ممتاز ہے مدیت میں اور (ء) ممتاز ہے (ہ) سے جہر اور شدت میں باقی صفات میں یہ دونوں متحد ہیں۔ (ع ح) ح میں ہمس اور رخاوت ہے (ع) میں جہر و توسط باقی میں اتحاد (غ خ) غ میں جہر ہے باقی میں اتحاد (ج ش ی) ج میں شدت ہے (ش) میں ہمس و تفشی ہے باقی استفال اور انفتاح میں تینوں مشترک ہیں اور جہر میں (ج ی) اور رخاوت میں (ش ی) (ط د ت) شدت میں اشتراک اور (ط د) جہر میں بھی مشترک ہیں اور (ت د) استفال و انفتاح میں مشترک ہیں۔ اور (ط) میں اطباق استعلا ہے اور (ت) میں ہمس ہے (ظ ذ ث) رخاوت میں اشتراک ہے اور (ظ ذ) جہر میں اور (ذ ث) میں صفت ممیزہ جہر ہمس ہے (ص ز س) رخاوت صفیر میں مشترک اور (ص س) ہمس میں اور (ز س) استفال انفتاح میں مشترک ہیں اور (ص) میں صفت ممیزہ استعلا اطباق اور (ز س) میں جہر ہمس ہے (ل ن ر) جہر توسط استفال انفتاح میں مشترک ہیں اور (ل ر) انحراف[2] میں مشترک ہیں اور ان میں تمائز مخرج سے ہے اسی واسطے سیبویہ اور خلیل نے ان کا مخرج الگ ترتیب وار رکھا ہے اور فراء نے قرب کا لحاظ کر کے ایک مخرج بیان کیا ہے دُوسرے یہ کہ (ن) میں غنہ ہے اور (ر) میں تکرار (و ب م) جہر استفال انفتاح میں مشترک اور (و) کے ادا کرتے وقت شفتین میں کسی قدر انفتاح رہتا ہے اس وجہ سے اپنے مجانسوں سے ممتاز ہو جاتا ہے گویا اس میں بھی تمایز بالمخرج ہے اور (ب) میں شدت اور قلقلہ اور (م) میں توسط اور غنہ ممیزہ ہے اور (ض ظ) میں جہر رخاوت استعلاء اطباق ہے اور (ض) میں استطالہ ہے اور ممیز مخرج ہے مگر اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے فرق کرنا اور ایک کو دُوسرے سے ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے اور ماہر کے فرق کو بھی ماہر ہی خوب سمجھتا ہے[3]۔

---

[1] اس جگہ منفردہ متضادہ کے مقابل مراد نہیں بلکہ اس کا انفراد اس حیثیت سے ہے کہ اپنے مجانس متحد المخرج میں نہ پائی جائے صرف تنہا اسی حرف میں ہو مثلاً ع ح متحد المخرج ہیں ایک میں صفت ممیزہ ہمس ہے اور دُوسرے میں جہر ۱۲ [2] صفات منفردہ میں ایک صفت انحراف بھی ہے جس کے لغوی معنی میل اور عدول کے ہیں اور اصطلاحی معنے لوٹنے اور پھرنے کے ہیں یہ صفت (ل ر) کی ہے مطلب یہ ہے کہ لام کی ادائیگی میں زبان کا کنارہ را کی طرف آگے بڑھتا ہے اور را کی ادائیگی میں کچھ لام اور کچھ پشت کی طرف مائل ہوتا ہے ۱۲

(باقی حاشیہ صفحہ ۱۹ پر)

؎ فائدہ:۔ حرفِ ضاد ضعیف کو ابن الحاجب نے جو کہ امام شاطبی کے شاگرد ہیں شافیہ میں حروف مُستہجنہ سے لکھا ہے اور امام رضی اس کی شرح میں لکھتے ہیں قال السیرافی انها فی لغۃ قوم لیس فی لغتهم ضاد فاذا احتاجوا الی التکلم بها فی العربیۃ اعتاصت علیهم فربما اخرجوها ظاء لاخراجهم ایاها من طرف اللسان واطراف الثنایا وربما تکلفوا فی اخراجها من مخرج الضاد فلم یتأت لهم فخرجت بین الضاد والظاء ترجمہ:۔ سیرافی نے کہا کہ یہ بات اس قوم کی زبان میں ہے جن کی زبان میں ضاد نہیں جب انہیں عربی زبان میں ضاد کے تلفظ کی ضرورت پڑی تو ان کو اس کا تلفظ دشوار معلوم ہوا اس لئے وہ اس کو ظاء پڑھتے ہیں اس لئے کہ زبان کے کنارے اور اگلے دانتوں کے کنارے سے نکالتے ہیں اور کبھی اس کو مخرج ضاد سے نکالنے کا تکلف کرتے ہیں۔ مگر ان سے بن نہیں پڑتا اس لئے ضاد اور ظاء کے درمیان نکلتا ہے (شافیہ اور اس کی شرح سے بعض متاخرین نیز روافض وغیر مقلدین کی تردید ہوگئی جو کہ قائل ہیں کہ ضاد وظاء میں اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے حرف ضاد مثل ظاء کے مسموع ہوتا ہے بلکہ ان میں فرق کرنا نہایت دشوار ہے۔ لہذا اگر ضاد کی جگہ ظاء پڑھی جائے تو کچھ حرج نہیں کیونکہ اشتراک کو تشابہ لازم نہیں اس واسطے کہ جیم و دال بھی جمیع صفات میں مشترک ہیں مگر تخالف مخرج کی وجہ سے دونوں کی صوت میں بالکل تباین ہے اصلاً تشابہ نہیں اور ضاد ظاء میں تخالف مخرج موجود ہے مگر چونکہ مخرج ضاد کا اکثر حافۂ لسان مع کل اضراس اور مخرج ظاء کا طرف لسان مع طرف ثنایا علیا ہے اور پھر ان دونوں حرفوں میں استعلاء اطباق ہے اس وجہ سے ان میں تقارب ہوگیا پھر صفت رخاوت کی وجہ سے ان میں تشابہ صوتی پیدا ہوگیا یہ وجہ ہے تشابہ کی بخلاف جیم و دال کے کہ ان میں یہ وجوہ نہیں اب تشابہ ضاد ظاء میں ثابت ہوگیا مگر ایسا تشابہ کہ حرف ضاد قریب حرف ظاء مسموع ہو اس طرح کا تشابہ ممنوع ہے اسی کو ابن حاجب اور رضی نے مستہجن لکھا ہے کیونکہ باعث تشابہ صفت رخوت ہے اور یہ صفت ضاد میں بہ نسبت ظاء کے ضعیف ہوگئی ہے اس واسطے کہ ضاد میں صفت اطباق کی بہ نسبت ظاء کے قوی ہے اور لامحالہ جتنی صفت اطباق قوی ہوگی۔ اتنی ہی صفت رخاوت میں ضعف پیدا ہوگا۔ کیونکہ الصاق محکم منافی رخاوت ہے، دوسری وجہ ضعف رخاوت یہ ہے کہ ضاد کا مخرج مجری صوت ہوا سے ایک کنارے واقع ہوا ہے بخلاف مخرج ظاء کے کہ وہ محاذات میں واقع ہے اسی وجہ سے ظاء میں رخاوت قوی ہے اور جب رخاوت قوی ہوگی تو لامحالہ اطباق ضعیف ہوگا۔ ماحصل یہ کہ جب ضاد کو اپنے مخرج سے مع جمیع صفات ادا کیا جائے گا تو اس وقت اس کی صوت اہل عرب کے ضاد کی صوت سے جو آج کل مروج ہے بہت مشابہ ہوگی اور ظاء کے ساتھ بھی تشابہ ہوگا مگر کم درجہ میں اس واسطے کہ ضاد میں اطباق و تفخیم بہ نسبت ظاء کے زیادہ ہے کیونکہ رخاوت ظاء کی بہ نسبت ضاد کے قوی ہے اور رخاوت و اطباق میں تقابل ہے ایک قوی ہوگی تو دوسری ضعیف ہوگی اب اگر ضاد میں صفت رخاوت زیادہ ہو جائے گی تو اشبہ بظاء ہو جائیگا۔ اور اسی کو صاحب شافیہ اور رضی نے مستہجن لکھا ہے اور اگر اطباق قوی ادا کیا جاوے گا مع رخاوت کے تو اشبہ بضاد مروج بین العرب ادا ہوگا اور کسی قدر ظاء کے ساتھ بھی مشابہ ہوگا بعض کتب تفسیر و تجوید میں جو ضاد و ظاء کو متشابہ الصوت لکھا ہے اس سے یہی مراد ہے نہ یہ کہ ظاء مسموع ہو اب تعارض بھی نہیں رہا اب سوال یہ ہوتا ہے کہ بعض قرأ عجم اہل عرب کو کہتے ہیں کہ ضاد کی جگہ دال مفخم پڑھتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ دال مفخم کوئی حرف ہی نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰ پر)

بابِ دُوسرا

پہلی فصل تفخیم اور ترقیق کے بیان میں

حروف مستعلیہ ہمیشہ ہر حالؔ میں پُر پڑھے جائیں گے اور حروف مستفلہ سب باریک پڑھے جاتے ہیں مگر (الف)[۲] اور (اَللہ) کا لامؔ[۳] اور (ر) کہیں باریک کہیں پُر ہوتے ہیں الف کے پہلے پُر حرف ہوگا تو الف بھی پُر ہوگا اور اس کے پہلے کا حرف باریک ہوگا تو الف بھی باریک ہوگا اور (اللہ) کے لام کے پہلے زبر یا پیش ہو تو پُر ہوگا۔ مثل (وَاللّٰہُ۔ اَللّٰہُ۔ رَفَعَہُ اللّٰہُ) اگر اس کے پہلے زیر ہو تو باریک ہوگا مثل بِاللّٰہِ (ر) متحرک ہوگی یا ساکن اگر متحرک ہو تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی مثل (رَعْدٌ رُزِقُوْا رِزْقًا) اور اگر (ر) ساکن ہے تو اس کے ماقبل متحرک ہوگا۔ یا ساکن اگر ماقبل متحرک ہے تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی۔ مثل (یُرْزَقُوْنَ بَرْقٌ شِرْعَةً) مگر جب (ر) ساکن کے ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو مثل (رَبِّ ارْجِعُوْنِ) یا کسرہ عارضی مثل (اِرْتَابُوْا اِنِ ارْتَبْتُمْ) یا (ر) ساکن کے بعد حرف استعلاء کا اسی کلمہ میں ہو جس کلمہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹) اس واسطے کہ دال کی صفت ذاتی استفال انفتاح اور مخرج طرف لسان اور جڑ ثنایا علیا ہے۔ اور اہل عرب ضاد کو اپنے مخرج مع استعلاء اطباق سے عموماً ادا کرتے ہیں۔ اور ایک حرف دوسرے مخرج مباین سے ادا ہی نہیں ہوتا اور جب صفات ذاتیہ بھی بدل گئیں تو دال اسے نہیں کہہ سکتے اصل میں وہ ضاد ہے مگر ضعف رخاوت جو قلت اور ضعف کے ساتھ اس میں پائی جاتی تھی وہ اکثر عرب سے شاید ادا نہ ہوتی ہو۔ غایت ما فی الباب یہ لحن خفی ہوگا اور ظاء خالص پڑھنا اور دال خالص یا دال کو اپنے مخرج سے پُر کر کے پڑھنا یہ لحن جلی ہے۔ کیونکہ پہلی صورت میں صرف ایک صفت جو کہ نہایت کمزور درجہ میں تھی اس کا ابدال یا انعدام ہوا ہے باقی صورتوں میں ابدال حرف بحرف آخر لازم آتا ہے واللہ اعلم بالصواب منہ عفی عنہ مؤلف کے زمانۂ قیام عرب کو تقریباً پچاس سال گذر چکے اس وقت اہلِ عرب کا تلفظ اعتدال کے درجہ میں تھا لیکن آج کل اختلاط عجم سے بڑا انقلاب اور تغیر عام تلفظ میں ہو گیا ہے جیسا کہ تجربہ شاہد ہے ۱۲۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] خواہ ساکن ہوں یا متحرک گو اختلاف حرکات سے یا بحالت سکون اختلاف حرکات ماقبل سے تفخیم میں کمی زیادتی ہو لیکن نفس تفخیم ہر حالت میں ہوگی۔ ۱۲۔ [۲] ترقیق اور تفخیم میں الف کا ماقبل کے تابع ہونا سب کے نزدیک متفق علیہ ہے اور یائے مدہ کا باریک ہونا بھی عام اس سے کہ اس کے ماقبل مفخم حرف ہو یا مرقق سب کے نزدیک مسلم ہے رہا

(ر) ہے تو یہ را باریک نہ ہو گی بلکہ پُر ہو گی مثل (قِرْطَاسٍ فِرْقَةٌ) اور (فِرْقٍ) میں خلف[۱] ہے اور اگر (ر) موقوفہ بالاسکان یا بالاشمام[۲] کے ماقبل سوائے (ی) کے اور کوئی حرف ساکن ہو تو اس کا ماقبل دیکھا جائے گا۔ اگر مفتوح یا مضموم ہے تو (ر) پُر ہو گی مثل (قَدْرُ اُمُوْرُ) اور اگر مکسور ہے تو (ر) باریک ہو گی مثل (حِجْرٌ) کے اگر ساکن (ی) ہو تو باریک ہو گی جیسے (خَيْرٌ ضَيْرٌ خَبِيْرٌ قَدِيْرٌ) (ر) ممالہ[۳] یعنی موقوفہ بالروم اپنی حرکت کے موافق پڑھی جائے گی اور (را) ممالہ[۴] باریک ہی پڑھی جاوے گی مثل (مَجْرٖيهَا) **فائدہ** رائے مشدد حکم میں ایک راء کے ہوتی ہے جیسی حرکت ہو گی اُسی کے موافق پڑھی جاوے گی پہلی دُوسری کے تابع ہو گی **فائدہ** حروف مفخمہ میں تفخیم ایسی افراط سے نہ کی جائے کہ وہ حرف مشدد سنائی دے یا کسرہ مشابہ فتحہ کے یا فتحہ مشابہ ضمہ کے یا مفخم حرف کے بعد الف ہے تو وہ (واؤ) کی طرح ہو جاوے تفخیم میں مراتب ہیں حرف مفخم مفتوح جس کے بعد الف ہو تو اس کی تفخیم اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے مثل (طَالَ) اس کے بعد مفتوح جو الف کے قبل نہ ہو مثل (اِنْطَلِقُوْا) اس کے بعد مضموم مثل (مُحِيْط) اس کے بعد مکسور مثل (ظِلٍّ قِرْطَاسٍ) اور ساکن مفخم ماقبل کی حرکت کے تابع ہے مثل (يَقْطَعُوْنَ يُرْزَقُوْنَ مِرْصَادًا) اب معلوم ہوا کہ حرف مفخم کے فتحہ کو مانند ضمہ کے اور اس کے مابعد کے الف کو مانند (واؤ) کے پڑھنا بالکل خلاف اصل ہے ایسا ہی حرف مرقق کے فتحہ کو اس قدر مرقق کرنا کہ مانند امالۂ صغریٰ کے ہو جاوے یہ خلاف قاعدہ ہے یہ افراط و تفریط کلام عرب میں نہیں اہل عجم کا طریقہ ہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰) (واؤ) مدہ اس کی تفخیم کے متعلق جب کہ اس کے ماقبل مفخم حرف ہو اکثر کتب تجوید میں کوئی صراحت نہیں ملتی لیکن علامہ مرعشی نے اپنے رسالہ جہد المقل مطبوعہ علیگڈھ ص۳۶ میں (واؤ) مدہ کی تفخیم کے بارہ میں اپنی رائے کا ان الفاظ میں اظہار کیا ہے۔ ولعل الحق ان الواو المدية تفخم بعد الحرف المفخم لیکن ساتھ ہی اس کے اس کی شرح میں اس کا بھی اعتراف کرتے ہیں کہ کتب تجوید میں اس کا کوئی ذکر صراحتہً یا اشارۃً باوجود تلاش کے نہیں ملا چنانچہ لکھتے ہیں وقد رجوت ان يوجد التصريح بذلك او الاشارة اليه فی كتب هذا الفن لكن اعيانی الطلب فمن وجده فليكتبه هنا چونکہ تفخیم (واؤ) مدہ بعد حرف مفخم جمہور کے مسلک کے خلاف تھی اسی لئے مؤلف رسالہ ہذا نے بھی اس موقعہ پر اس کا ذکر قابل اعتنا نہیں سمجھا۔ واللہ اعلم ورنہ ان تینوں حرفوں کے ساتھ (واؤ) مدہ کی تفخیم کا بھی ذکر فرماتے ۱۲ [۲] لام اسم الجلالہ اور لام تعریف دونوں پر پڑھے جائیں گے کیونکہ لام حروف شمسیہ میں سے ہے جن میں لام تعریف ادغام کیا جاتا ہے۔ لام تعریف کا باریک پڑھا جانا ادغام تام کے منافی ہے اور مثلین میں ادغام تام ہی ہوتا ہے۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] اس لفظ میں را کا پُر پڑھنا تو قاعدے کے مطابق ظاہر ہے لیکن قاف کے مکسور ہونے کی وجہ سے بعض کے نزدیک باریک پڑھنا بھی صحیح ہے جیسا کہ جزری میں ہے والخلف فی فرق لكسر يوجد ترجمہ۔ اور خلف پایا جاتا ہے فرق میں بسبب کسرہ کے ۱۲ [۲] اشمام کے معنی احکام وقف میں آئیں گے۔

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۲ پر)

دُوسری فصل نون ساکن اور تنوین کے بیان میں

نون[1] ساکن اور تنوین[2] کے چار حال ہیں، اظہار[3]، ادغام[4]، قلب[5]، اخفاء[6]۔ حرف حلقی نون ساکن اور تنوین کے بعد آئے تو اظہار ہوگا مثل (ینعق عذابٌ الیم) اور جب نون ساکن اور تنوین کے بعد (یرملون) کے حروف سے کوئی حرف آئے تو ادغام ہوگا۔ مگر (لام) (را) میں ادغام بلاغنہ ہوگا اور ادغام بالغنہ بھی نون ساکن اور تنوین میں ثابت ہے۔ مگر نون ساکن میں یہ شرط ہے کہ مقطوع یعنی مرسوم ہو اور اگر موصول ہے یعنی مرسوم نہیں ہے تو غنہ جائز نہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱) ۲؎ جس راء میں روم کیا جاوے روم کے معنے حرکت کا نہایت خفی آواز سے ادا کرنا ۱۲ ۳؎ یعنی جس راء میں امالہ کیا جاوے امالہ کے معنے الف کا مائل کرنا یاء کی طرف جس کی وجہ سے فتحہ ماقبل الف کا کسرہ کی جانب میلان لازمی ہے یا صرف فتحہ کا کسرہ کی طرف مائل کرنا ۱۲ (حاشیہ صفحہ ہذا) ۱؎ جس نون پر کوئی حرکت نہ ہو اس کو نون ساکن کہتے ہیں مثلاً منکم اور ان کنتم ۱۲ ۲؎ تنوین کی تعریف نہایت القول المفید صفحہ ۱۰۹ میں ہے واما التنوین فھو نون ساکنۃ زائدۃ تلحق اٰخر الاسم تثبت لفظاً و وصلاً و تسقط خطاً و وقفاً یعنی تنوین ایک نون ساکنہ زائدہ ہے جو اسم کے آخر میں آتا ہے اور بحالت وصل تلفظ میں ثابت رہتا ہے لیکن رسم خط میں ساقط ہوتا ہے اسی طرح بحالت وقف بھی تلفظ سے ساقط کر دیا جاتا ہے ۱۲ ۳؎ تعریف اظہار حرف کو اس کے مخرج سے معہ اس کی صفات لازمہ کے ادا کرنا بغیر کسی تغیر و تبدل کے یعنی اس کے مخرج یا صفت میں کسی قسم کا تصرف نہ کیا جائے ۱۲ ۴؎ تعریف ادغام کسی ساکن حرف کو کسی متحرک حرف میں اس طرح پر ملانا کہ وہ دونوں ایک حرف مشدد بن جائیں اور ایک ہی تلفظ سے دونوں حرف ادا ہو جائیں پہلے حرف کو مدغم اور دُوسرے کو مدغم فیہ کہتے ہیں ادغام ہمیشہ ایسے دو حرفوں میں کیا جاتا ہے جو متحد المخرج یا قریب المخرج ہوتے ہیں جن کا تکرار تلفظ زبان عرب میں ثقیل سمجھا جاتا ہے ادغام سے یہ ثقالت جاتی رہتی ہے پس معلوم ہوگیا کہ ادغام کی حالت میں درصورت عدم اتحاد مخرج و صفت مدغم کے مخرج اور صفت دونوں میں بوقت ادغام تام یہ تصرف و تغیر کیا جاتا ہے کہ اس کو مدغم فیہ کے مخرج و صفت سے بدل دیتے ہیں اور بوقت ادغام ناقص درصورت اختلاف مخرج مدغم کے مخرج میں تغیر کیا جاتا ہے۔ اب واضح ہوگیا کہ ایسے دو حرفوں کا تلفظ جو آپس میں بعید المخرج ہوں کلام عرب میں ثقیل نہیں مانا گیا۔ اسی وجہ سے اظہار کی حالت میں پہلے حرف کے مخرج اور صفت میں کسی قسم کے تصرف اور تغیر کی ضرورت نہیں پڑتی ۱۲ ۵؎ قلب اور اقلاب کے معنی بدلنا ہے نون کو خاص میم ہی سے بدلنے کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں حرفوں میں بجز اختلاف مخرج اور تمام صفات میں اتحاد ہے خصوصاً صفت غنہ میں کہ یہ صفت اور کسی حرف میں نہیں پائی جاتی۔ ۱۲ ۶؎ اخفاء کے لغوی معنی ستر کے ہیں اور اصطلاح قراء میں الاخفاء حالۃ بین الاظہار و الادغام یعنی اظہار اور ادغام کے درمیانی حالت کو اخفاء (باقی حاشیہ صفحہ ۲۳ پر)

باقی حروف میں بالغنہ ہوگا۔ مثل (من یقول من وّال ھدی للمتقین من ربّھم) چار لفظ یعنی (دنیا قنوان بنیان صنوان) ان میں ادغام نہ ہوگا۔ اظہار ہوگا۔ اور جب نون ساکن اور تنوین کے بعد (ب) آوے تو نون ساکن اور تنوین کو میم سے بدل کر اخفاء مع الغنہ کریں گے مثل (من بعد صم بکم) باقی پندرہ حرفوں میں اخفا مع الغنہ ہوگا مثل (تنفقون انداداً) وغیرہ کے۔

تیسری فصل میم ساکن کے بیان میں

میم ساکن کے تین حال ہیں (ادغام، اخفاء، اظہار) میم ساکن کے بعد دوسری میم آئے تو ادغام ہوگا مثل (امّن) اور اگر میم ساکن کے بعد (ب) آوے تو اخفاء ہوگا اور اظہار بھی جائز ہے بشرطیکہ میم منقلب نون ساکن اور تنوین سے نہ ہو مثل (وما ھم بمؤمنین) باقی حروف میں اظہار ہوگا مثل (علیھم ولا الضالین وکیدھم فی تضلیل)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲) کہتے ہیں ادغام کی تعریف کے ذیل میں یہ بات معلوم ہو چکی کہ مطلقاً ادغام کا سبب مخارج کا اتحاد یا قرب ہوتا ہے اسی سے اظہار بھی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ اظہار کا سبب بُعد مخرج ہے اب کچھ ایسے حرف بھی بچے جن کے مخارج کو نون کے مخرج سے نہ اتنا قرب ہے جو ادغام کو مقتضی ہو نہ اتنا بُعد ہے جو اظہار کو مقتضی ہو لہٰذا جب نون ساکن یا تنوین کا اتصال ایسے حروف سے ہو تو توسط قرب و بُعد مخارج کا لحاظ کرتے ہوئے اخفاء جو اظہار اور ادغام کے درمیان حالت تھی اختیار کی گئی پس نون مخفی کے صحیح ادا کرنے کا طریقہ مضمون بالا سے بخوبی واضح ہو گیا کہ نون مخفی کی ادائیگی میں کنارہ زبان کو اُوپر کے تالُو سے نہ ایسا اعتماد ہو جیسا کہ نون مظہرہ کی ادائیگی میں ہوتا ہے ورنہ اظہار کی تعریف صادق آئے گی۔ اور نہ مثل نون مدغمہ کے مابعد والے حرف میں ملا کر ادا کیا جائے ورنہ ادغام کی صورت ہو جائے گی بلکہ کنارہ زبان کو تالو سے نہایت ضعیف اعتماد اور لگاؤ ہو جس کی تفصیل گذر چکی ہے ۱۲ ؁ نون ساکن کے مقطوع یعنی مرسوم ہونے کی شرط اس وجہ سے لگائی گئی ہے کہ غنہ نون کی صفت ہونے کی حیثیت سے بمنزلہ عرض کے ہے اور عرض قائم بالغیر ہوتا ہے پس وجود صفت کے لئے وجود موصوف اور عرض کے لئے وجود جوہر ضروری ہے لہٰذا رسم خط میں نون کا موجود ہونا ادغام بالغنہ کے لئے ضروری ہوا صرف منوی ہونا کافی نہیں

امثلہ نون مقطوع علی ان لا اقول ان لا تعبُدُ وا الشیطان فان لم تفعلوا ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہذا) لہ ادغام سے غرض رفع ثقالت اور تخفیف فی اللفظ ہوتی ہے لیکن اسی حد تک کہ ادغام سے اور کوئی خرابی یا کسی اور شے سے التباس وغیرہ نہ ہوتا ہو کلمات مذکورہ میں چونکہ نون ساکن اور حرف واؤ اور یاء دونوں ایک کلمہ میں جمع ہیں اگر ادغام کیا جاوے گا تو مضاعف سے التباس کا احتمال ہو سکتا ہے اس وجہ سے اظہار ہی ہوگا۔ علامہ شاطبی نے

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۴ پر)

(فائدہ ۵) بوقت کا قاعدہ جو مشہور ہے یعنی میم ساکن کے بعد (ب) آوے تو اخفاء ہوگا۔ اور (ف) آوے تو اظہار اس طرح کیا جاوے کہ میم کے سکون میں حرکت کی بو آوے یہ اظہار بالکل بے اصل ہے بلکہ میم کا سکون بالکل تام ہونا چاہیئے کہ حرکت کی ہوا بھی نہ لگے۔

چوتھی فصل حروف غنہ کے بیان میں

نون میم مشدد[۱۲] ہوں تو غنہ ہوگا ایسے ہی نون ساکن اور تنوین کے آگے سوائے حرف حلقی اور (لام، را) کے جو حرف آئے گا غنہ ہوگا ایسے ہی میم ساکن کے بعد (ب) آوے تو اخفاء کی حالت میں غنہ ہوگا۔ غنہ کی مقدار ایک الف ہے۔

پانچویں فصل ہائے ضمیر کے بیان میں

ہائے ضمیر[۱۳] کے ماقبل کسرہ یا (یائے) ساکنہ ہو تو ہائے ضمیر مکسور ہوگی مثل (بِہٖ دَ اِلَیۡہِ) کے مگر دو جگہ مضموم

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۳) اسی کو علت اظہار قرار دیا ہے۔ کمال قال ۔ وعندھا للکل اظہر بکلمۃ ۔ مخافۃ اشباہ المضاعف انثقلا

(حاشیہ صفحہ ہذا) لہ یہ تینوں حرف بھی مثل میم کے شفویہ ہیں گو (ف) کلیتہ شفویہ نہیں لیکن فی الجملہ شفت سے تعلق رکھتا ہے تو گویا ان حرفوں کو میم سے ذاتاً قرب ہوا اور صفت غنہ کے اعتبار سے بُعد اور جب میم ساکن قبل با کے واقع ہوتی ہے تو اخفاء کیا ہی جاتا ہے اسی پر قیاس کر کے بعض نے (و۔ف) کے قبل بھی میم ساکن میں اخفاء کرنا شروع کر دیا جس پر علماء تجوید نے خاص طور پر اس طرف توجہ دلائی اور ممانعت کی چنانچہ جزری وغیرہ میں واحذر لدی واو وفا ان تختفی بچ تو نزدیک واؤ وفا کے اخفا کرنے سے اس ممانعت کے بعد بعض لوگوں نے اجتناب عن الاخفاء کے خیال سے میم ساکن میں قلقلہ کر کے کچھ حرکت دے کر پڑھنا اختیار کیا۔ اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۱۲ ؎ نون اور میم کا مشدد ہونا کبھی تو ادغام کی وجہ سے ہوتا ہے کیونکہ ادغام کو تشدید لازم ہے مثلاً (من نشاء۔ ام من یکون) اور کبھی ان دونوں کا مشدد ہونا وضعاً ہوتا ہے کیونکہ ہر تشدید کو ادغام لازم نہیں۔ جیسے :-
انّ لکنّ جنّت جھنّم وغیرہ چونکہ ادغام کے بیان میں اس دوسری صورت کے غنہ کا ذکر صراحۃً نہیں کیا گیا تھا۔ اس وجہ سے یہاں اس کو شامل کرنا مقصود تھا۔ ۱۲ ؎ عبارت میں جب کسی اسم ظاہر کو بیان کرنے کے بعد اگر پھر اس کا اعادہ ذکر مقصود ہوتا ہے تو طوالت سے بچنے اور اختصار فی الکلام کی غرض سے بجائے اسم ظاہر کے ایک ہ لاتے ہیں جس کو ہائے ضمیر اور ہائے کنایہ کہتے ہیں مثلاً ذٰلک الکتٰب لا ریب فیہ اور مراد اس سے خاص ضمیر مفرد مذکر غائب ہے۔

ہو گی ایک (وما انسانیہ) سورۂ کہف میں دُوسرے (علیہُ اللہ) سورۂ فتح میں اور دو لفظ میں ساکن ہو گی ایک تو (ارجِہ) دوسرا (فالقہ) اور جب ضمیر کے ماقبل نہ کسرہ ہو نہ یائے ساکنہ تو مضموم ہو گی مثل (لہ رسولہ منہ اخاہ رأیتموہ) مگر (ویتقہ فاولئک) میں مکسور ہو گی اور جب ہائے ضمیر کے ماقبل اور مابعد متحرک ہو تو ضمیر کی حرکت اشباع کے ساتھ پڑھی جاوے گی یعنی اگر ضمیر پر ضمہ ہو تو اس کے مابعد واؤ ساکن زائد ہو گا اگر ضمیر پر کسرہ ہے تو اس کے مابعد یاء ساکنہ زائد ہو گی مثل (من ربہ والمؤمنون ورسولہ احق) مگر ایک جگہ اشباع نہ ہو گا یعنی (وان تشکروا یرضہ لکم) اس کا ضمہ غیر موصولہ پڑھا جائے گا اور اگر ماقبل یا مابعد ساکن ہو تو اشباع نہ ہو گا۔ مثل (منہ ویعلمہ الکتب) مگر (فیہ مہانا) جو سورۂ فرقان میں ہے اس میں اشباع ہو گا۔

چھٹی فصل ادغام کے بیان میں

ادغام تین قسم پر ہے مثلین۔ متقاربین۔ متجانسین اگر حرف مکرر میں ادغام ہوا ہے تو ادغام مثلین کہلائیگا مثل (اذ ذھب) اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے جن کا مخرج ایک گنا جاتا ہے تو اس ادغام کو ادغام متجانسین کہتے ہیں مثل (وقالت طائفۃ) اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے کہ وہ دو حرف نہ مثلین ہیں نہ متجانسین تو ادغام متقاربین کہلائے گا۔ مثل (الم نخلقکم) پھر ادغام متجانسین اور متقاربین دو قسم پر ہے۔ ناقص اور تام اگر پہلے حرف کو دُوسرے حرف سے بدل کر ادغام کیا ہے تو ادغام تام کہلائے گا۔ مثل (قل رب) اور (وقالت طائفۃ عمر) اور اگر پہلے حرف کی کوئی صفت باقی ہے تو ادغام ناقص ہو گا مثل (من یقول من قال) اور (بسطت احطت) کے مثلین اور متجانسین کا پہلا حرف جب ساکن ہو تو ادغام واجب ہے۔ مثل

لہ ان دونوں جگہ قاعدہ کے مطابق ہائے ضمیر مکسور ہونا چاہیئے تھی لیکن چونکہ ہائے ضمیر میں ضمہ اصل ہے اس لئے یہاں اتباعاً للاصل ضمہ ہی رہا جیسا کہ علامہ جعبریؒ نے ذکر کیا ہے۔ ۱۲ ۔ لہ اصل اس کلمہ کی مہموز و معتل دونوں لغتیں ہیں حفصؒ کی روایت میں معتل ہے جس کی وجہ سے یائے ساکنہ حذف ہو کر ہائے ضمیر کو اس کا قائم مقام کر دیا گیا اور کلمہ فالقہ میں بھی اسی بنا پر ہائے ضمیر ساکن ہے۔ ۱۲ ۔ لہ حفصؒ کی روایت میں اگرچہ بسکون قاف ہے مگر چونکہ اصل میں قاف مکسور ہے اس وجہ سے مطابق قاعدۂ کلیہ کے ہائے ضمیر مکسور ہی ہے۔ ۱۲ ۔ لہ اس کی اصل یرضاہ ہے بنا بر شرط الف گر گیا اس وجہ سے اصل کا لحاظ کرتے ہوئے صلہ نہیں کیا گیا۔ ۱۲ ۔ لہ اس جگہ جمعاً بین اللغتین صلہ کیا گیا۔ ۱۲ ۔ لہ ہائے ضمیر پر وقف بالاسکان تو مطلقاً جمیع قراء کے نزدیک ثابت اور جائز ہے لیکن وقف بالروم اور وقف بالاشمام مختلف فیہ ہے۔ یعنی بعض کے نزدیک تو روم اور اشمام ہر حالت میں جائز ہے اور (باقی حاشیہ صفحہ ۲۶ پر)

(ان اضرب بعصاك الحجر وقالت طائفة عبد تم اذ ظلموا اذ ذهب قد تبين قد دخلوا قل رب بل ترفعه) اور (يلهث ذلك يا بني اركب معنا) میں اظہار بھی ثابت ہے اور جب دو واؤ یا دو یاء جمع ہوں اور پہلا حرف مدہ ہو مثل (قالوا وهم في يوم)[1] تو ادغام نہ ہوگا۔ ایسے ہی حرف حلقی کسی حرف غیر حلقی میں مثل (لا تزغ قلوبنا)[2] اور اپنے مجانس میں مثل (فاصفح عنهم)[3] مدغم نہ ہوگا اور اپنے مماثل میں مدغم ہوگا مثل بوجهه ماليه هلك[4]) ایسے ہی لام کا ادغام (ن) میں نہ ہوگا مثل (قلنا)[5] فائدہ لام تعریف اگر ان چودہ حروف کے قبل آوے تو اظہار ہوگا۔ اور چودہ حروف یہ ہیں (ابغ حجك وخف عقيمه) اور ان حروف کو حروف قمریہ[6] کہتے ہیں جیسے (الان البخل الغر والحسنة بالجنود الكوثر الواقعة الخائبين الفائزون العلى القانتين اليوم المحسنات باقی چودہ حرفوں میں ادغام کیا جائے گا جن کو حروف شمسیہ کہتے ہیں جیسے (والصافات والذاريات الثاقب الداعي التائبون الزاني السالكين الرحمن الشمس ولا الضالين الطارق الظالمين الله النجم) (فائدہ) نون ساکن اور تنوین کا ادغام (ی) اور (و) میں اور (ط) کا ادغام

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵)
بعض کے نزدیک جس وقت ہائے ضمیر کے ماقبل واؤ مدہ اور یائے مدہ نہ ہوں یا ضمہ اور کسرہ نہ ہو تو اس وقت وقف بالروم اور وقف بالاشمام جائز ہے۔ مثل لن نخلفه واجتباه وهداه باقی صورتوں میں روم اور اشمام جائز نہیں جیسے ما عقلوه به فيه يرفعه اور یہی مذہب معتدل اور پسندیدہ ہے جیسا کہ علامہ شاطبی نے بیان کیا وفی الهاء للاضمار قوم ابوهما ومن قبله ضم او الكسر مثلا + اوامّا هما واؤ وياءٌ وبعضهم - يرى لهما في كل حال محللا- یعنی ہائے ضمیر میں روم اشمام کا ایک جماعت نے انکار کیا ہے جبکہ ماقبل ہائے ضمیر ضمہ یا کسرہ یا ان دونوں کی اصل یعنی واؤ اور یائے مدہ ہوں اور بعض نے مطلقاً ہر حال میں روم اور اشمام کو جائز رکھا ہے۔ ۱۲ (حاشیہ صفحہ ہذا) [1] ایسے مواضع میں ادغام کرنے کی وجہ سے واؤ اور یاء کی مدیت جو صفت ذاتی ہے جاتی رہے گی [2] حروف حلقی کا ادغام غیر حروف حلقی میں نہ ہونا تو اس لئے ظاہر ہے کہ ادغام کے لئے اتحاد مخرج یا قرب مخرج ضروری ہے اور یہاں یہ شرط مفقود ہے (غ) حلقی ہے اور (ق) لسانی ہے۔ باعتبار اصول مخارج ہر ایک کی اصل علیحدہ ہے۔ ۱۲ [3] تتبع کرنے سے معلوم ہوا کہ حروف حلقیہ کا ادغام آپس میں اہل زبان کے نزدیک نہایت قلیل ہے صرف (ہ) کا ادغام مماثلت کی صورت میں ہوتا ہے یا صرف ایک جزیہ میں (ح) کا ادغام (ع) میں ابو عمر بصری کے یہاں ہوتا ہے۔ یعنی فزحزح عن النار میں اور (غ) کا ادغام (غ) میں بالخلف موضع ومن يبتغ غير الاسلام میں کیا جاتا ہے اور وجہ عدم ادغام کی یہ ہے کہ ادغام سے مقصود خفت فی التلفظ ہے اور حروف حلقیہ میں ادغام سے اہل زبان کے نزدیک بجائے خفت کے ثقالت آجاتی ہے۔ ۱۲ [4] اس میں اظہار بھی ثابت ہے بلکہ ارجح اظہار ہی ہے کیونکہ یہ ہائے سکتہ ہے لیکن اظہار بدون سکتہ لطیفہ کے ناممکن ہے پس اظہار کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ وصل کی حالت میں ہائے سکتہ پر سکتۂ لطیفہ کیا جائے

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۷ پر)

(ت) میں ناقص ہوگا اور (اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ) میں ادغام ناقص بھی جائز ہے مگر ادغام تام اولیٰ ہے اور ن والقلم اور یٰسٓ والقراٰن میں اظہار ہوگا اور ادغام[ا] بھی ثابت ہے **فائدہ** (عِوَجًا قَيِّمًا) سورۂ کہف میں اور (مَنْ رَاقٍ) سورۂ قیامہ میں اور (بَلْ رَانَ) سورۂ مطففین میں اظہار ہوگا سکتہ[ب] کی وجہ سے اور ایک جگہ حفصؒ کی روایت میں اور بھی سکتہ ہے یعنی (مِنْ مَّرْقَدِنَا) سورۂ یٰسٓ میں اور چونکہ سکتہ ایک لحاظ سے حکم وقف کا رکھتا ہے اس وجہ سے (عِوَجًا) کی تنوین کو الف[ج] سے بدل دیا جائے گا اور حفصؒ کی روایت میں ترک سکتہ بھی ان مواضع میں ثابت ہے تو اس وقت موضع اول میں اخفاء ہوگا اور ثانیین میں ادغام ہوگا (**فائدہ**) مشدد حرفوں میں دیر دو حرف کی ہوتی ہے (**فائدہ**) جب دو حرف مثلین غیر مدغم ہوں تو ہر ایک کو خوب ظاہر کرکے پڑھنا چاہیئے مثل اَعْيُنَنَا شُرَكَاءُكُمْ يُحْيِي دَاوُدُ ایسا ہی متقاربین متصل ہوں یا قریب قریب ہوں اور ادغام نہ کیا جائے تو بھی خوب ہر ایک کو صاف پڑھنا چاہیئے مثل (قَدْ جَاءَ قَدْ ضَلُّوا اِذْ تَقُولُ اِذْ زَيَّنَ) ایسا ہی جب دو حرف ضعیف جمع ہوں مثل (جباههم) یا قوی حرف کے قریب ضعیف حرف ہو مثل (اهدنا) یا دو حرف مفخم متصل یا قریب ہوں مثل (مضطر صلصال) یا دو حرف مشدد قریب یا متصل ہوں مثل (ذریۃ مطھرین من منی یمنی تجی یغشٰہ وعلی امم ممن معک) ایسا ہی دو حرف متشابہ الصوت جمع ہوں مثل (صاد سین (ط) (ت) (ض) (ظ ذ) - ق ك) تو ہر ایک کو ممتاز کرکے پڑھنا چاہیئے اور جو صفت جس کی ہے اس کو پورے طور سے ادا کرنا چاہیئے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶) اگر سکتہ نہ کیا جائے گا تو لامحالہ ادغام ہی ہوگا یا ہائے سکتہ متحرک ہو جائے گی جیسا کہ نہایت القول المفید اور اتحاف سے معلوم ہوتا ہے الشرط الاول ان لا یکون اول المثلین ھاء سکتۃ وھی فی قولہ تعالیٰ مالیہ ھلک بسورۃ الحاقۃ فان فیھا لکل القراء ممن اثبت الھاء وجھین الاظھار والادغام والاول ارجح وکیفیتہ ان تقف علی الھاء من مالیہ وقفۃ لطیفۃ حال الوصل من غیر قطع نفس لانھا ھاء سکت لاحظ لھا فی الادغام ۱۲۰ [ا] یہاں ایک تعلیل بصورت حذف عین کلمہ ہو چکی ہے اور ادغام سے لام کلمہ میں بھی تغیر کرنا پڑے گا تو گویا کلمہ واحدہ پہ توالی اعلالا لازم آئے گا۔ یہی وجہ قل نعم میں بھی ہوسکتی ہے اور فالتقمہ الحوت میں اظہار کی وجہ یہ ہے کہ یہ فعل ہے اور ادغام کرنے سے لام تعریف کے ساتھ التباس ہوگا جس کی مصاحبت اسماء کے ساتھ مخصوص ہے ۱۲ شرح جزری ملا علی مطبوعہ مصر ملخصاً [ب] وجہ تسمیہ ظاہر ہے کہ چاند کی روشنی ستاروں کی روشنی کو اپنے اندر جذب نہیں کرتی بخلاف آفتاب کے کہ اس کی روشنی ستاروں کی چمک اور روشنی کو اپنے اندر جذب کرلیتی ہے۔ [ج] بالاتفاق سب کے نزدیک ان دو حرفوں میں ادغام ناقص ہے اور نون ساکن و تنوین کا ادغام (میم) میں مختلف فیہ ہے بعض ناقص کہتے ہیں اور بعض تام لیکن نون کا ادغام نون میں اکثر کے نزدیک تام ہی ہے اور یہی صحیح ہے کیونکہ مثلین میں ادغام تام ہی ہوسکتا ہے مگر بعض لوگ اس طرف بھی گئے ہیں کہ ناقص ہے۔ لیکن یہ مذہب ضعیف ہے کیونکہ نقص ادغام مقتضی ہے اختلاف صفات کو اور مثلین میں اختلاف صفات نہیں ہوتا واللہ اعلم (حاشیہ صفحہ ہذا) [د] بطریق طیبہ ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸ پر)

ساتویں فصل ہمزہ کے بیان میں

جب دو ہمزہ متحرک جمع ہوں اور دونوں قطعی[1] ہوں تو تحقیق سے یعنی خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیئے مگر (ءَاَعۡجَمِیٌّ) جو سورۂ (حٰمٓ سجدہ) میں ہے اس کے دُوسرے ہمزہ میں تسہیل ہوگی اور اگر پہلا ہمزہ استفہام کا ہے اور دُوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہے تو جائز ہے دُوسرے ہمزہ میں تسہیل اور ابدال مگر ابدال اولیٰ ہے اور یہ چھ جگہ ہے (آٰلۡـٰٔنَ) سورۂ یونس میں دو جگہ (ءَآلذَّکَرَیۡنِ) سورۂ انعام میں دو جگہ ہے (آٰللّٰہُ) دو جگہ ہے ایک سورۂ یونس میں دُوسرا سورۂ نمل میں ہے اور جب پہلا ہمزہ استفہام کا ہو اور دُوسرا ہمزہ وصلی مفتوح نہ ہو تو یہ دُوسرا ہمزہ حذف کیا جائے گا مثل (اَفۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ اَصۡطَفَی الۡبَنَاتِ اَسۡتَکۡبَرۡتَ) اور فتحہ کی حالت میں جو حذف نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں التباس انشا کا خبر کے ساتھ ہو جائے گا اور چونکہ ہمزہ وصل وسط کلام میں حذف ہوتا ہے۔ اس وجہ سے اُس میں تغیر کیا جاتا ہے اسی وجہ سے ابدال اولیٰ ہے کیونکہ اس میں تغیر تام ہے بخلاف تسہیل کے اور جب دو ہمزہ جمع ہوں اور پہلا متحرک دُوسرا ساکن ہو تو واجب ہے ہمزہ ساکن کو پہلے ہمزہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷) [2] سکتہ کے لغوی معنی امتناع اور باز رہنے کے ہیں یقال سکت الرجل عن الکلام ای امتنع منہ ترجمہ:۔ کہا جاتا ہے سکوت کیا رجل نے کلام سے یعنی باز رہا کلام سے اور اصطلاح قراء میں تلاوت کو جاری رکھتے ہوئے کسی کلمہ پر بغیر سانس توڑے تھوڑی دیر کے لئے آواز کو روک لینا اور پھر فوراً اسی سانس سے آگے پڑھنا قطع الکلمۃ من غیر تنفس بنیۃ القرأۃ سکتہ کی دو قسمیں ہیں سکتہ لفظی و سکتہ معنوی جن مواضع میں از روئے انفصال معنوی بین الکلمتین سکتہ کیا جائے اس کو سکتہ معنوی کہتے ہیں جیسا کہ ان چاروں جگہ حفصؒ کے لیے سکتہ کیا جاتا ہے اور کبھی تقویۃ الھمز یعنی ہمزہ کو صاف اور محقق ادا کرنے کی غرض سے سکتہ کیا جاتا ہے اس کو سکتہ لفظی کہتے ہیں جیسا کہ امام حمزہؒ کی قراءت اور حفص کے بعض طرق میں ہے۱۲

[3] چونکہ اس جگہ وقف لازم ہے اور سورۂ کہف میں عوجا پر بھی آیتہ ہے اس لئے ان دونوں جگہ وقف کرنا بمقابلہ سکتہ کے زیادہ بہتر اور اَولیٰ ہے۔۱۲ [4] یہ شبہ نہ کیا جائے کہ عوجًا قیمًا اور مثل مریضًا او وغیرہ کے جب کہ دونوں منصوب منون ہیں اور سکتہ حکم میں وقف کے ہے تو دونوں کی کیفیت سکتہ میں یہ فرق کیوں ہے کہ عوجًا کی تنوین سکتہ کی حالت میں الف سے بدل جاتی ہے اور مثل مریضًا او کی تنوین سکتہ کے وقت الف سے نہیں بدلی جاتی جواب یہ ہے کہ مثل (مریضًا او) میں اگر تنوین کو الف سے بدلیں گے تو پھر ایک اور نیا ثقل پیدا ہو جائے گا یعنی حرف مد کے بعد ہمزہ کا آنا جو ثقیل ہے اسی ثقالت کو رفع کرنے کی غرض سے مد متصل و منفصل میں زیادتی علی القصر کی جاتی ہے کہ حرف مد ضعیف اور ہمزہ قوی ہے اور جو الف کہ تنوین سے بدلا ہوا ہو اس میں توسط اور طول

(باقی حاشیہ صفحہ ۲۹ پر)

کی حرکت کے موافق حرفِ مد سے بدلنا مثل (اٰمَنُوْا ۔ اِیْمَانًا اُوْتُمِنَ اٰیٰتٌ) اور جب پہلا ہمزہ وصلی ہو تو ابتدا کی حالت میں ہمزہ ساکنہ بدلا جائے گا اور جب ہمزہ وصلی گر جائے گا تب ابدال نہ ہوگا مثل (الَّذِی اؤْتُمِنَ فِی السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِیْ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ) ہمزۂ وصلی کے ماقبل جب کوئی کلمہ بڑھایا جائے گا تو یہ ہمزہ حذف کیا جائیگا اور ثابت رکھنا درست نہیں البتہ ابتدا میں ثابت رہتا ہے اب اگر لام تعریف کا ہمزہ ہے تو مفتوح ہوگا اور اگر کسی اسم کا ہمزہ ہے تو مکسور ہوگا۔ اور اگر فعل کا ہے تو تیسرے حرف کا ضمہ اگر اصلی ہے تو ہمزہ بھی مضموم ہوگا ورنہ مکسور مثل (الَّذِیْنَ اِسْمُہٗ اِبْنُ اِنْتِقَامٌ اُجْتُثَّتْ اِضْرِبْ اُنْظُرْ اِنْفَجَرَتْ اِفْتَحْ) اور (اِمْشُوْا اِتَّقُوْا ائْتُوْا) میں چونکہ ضمہ عارضی ہے اس وجہ سے ہمزہ مضموم نہ ہوگا بلکہ مکسور ہوگا (فائدہ) ہمزہ عین کے ساتھ یا (ح) کے ساتھ یا حرف مدّہ (ع) یا (ح) کے ساتھ جمع ہوں ایسا ہی (ع ح) ایک ساتھ آوے یا (ع ح) اور (ہ) ایک ساتھ آوے یا (ع ح ہ) مکرر آئیں یا مشدد ہوں تو ہر ایک کو خوب صاف طور سے ادا کرنا چاہیئے مثل (اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی مَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ فَاعِلِیْنَ یُدْعُوْنَ دُعَآءً سُبْحٰنَہٗ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ اَحْسَنَ الْقَصَصِ عَلٰی عَقِبَیْہِ اَعُوْذُ عَہِدَ عَاہِدٌ عَامِلِیْنَ طُبِعَ عَلٰی سٰحِرٌ سَحَّارٌ لَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ مَبْعُوْثُوْنَ یٰنُوْحُ اہْبِطْ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ لَفِیْ عِلِّیِّیْنَ جِبَاہُہُمْ) (فائدہ) ہمزہ متحرک یا ساکن جہاں ہو اس کو خوب صاف طور سے پڑھنا چاہیئے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہمزہ الف سے بدل جاتا ہے یا حذف ہو جاتا ہے یا صاف طور سے نہیں نکلتا خصوصاً جہاں دو ہمزہ ہوں وہاں زیادہ خیال رکھنا چاہیئے کہ دونوں ہمزہ خوب صاف ادا ہوں مثل (ءَاَنْذَرْتَہُمْ) **فائدہ** حرف ساکن کے بعد جب ہمزہ آئے تو اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ساکن کا سکون تام ادا ہو اور ہمزہ خوب صاف ادا ہو ایسا نہ ہو کہ ہمزہ حذف ہو جائے اور اس کی حرکت سے ماقبل کا ساکن متحرک ہو جائے جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے بلکہ وہ ساکن کبھی مشدد بھی ہو جاتا ہے مثل (قَدْ اَفْلَحَ الْاِنْسَانُ) اسی وجہ سے حفص کے بعض طرق میں ساکن پر سکتہ کیا جاتا ہے تاکہ ہمزہ صاف ادا ہو خواہ وہ ساکن اور ہمزہ ایک کلمہ میں ہو یا دو کلمہ میں ہو۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۷، ۲۸) مروی نہیں جیسا کہ ورش کی روایت میں مد بالہمز السابق کے قبیل سے مثل مآءً نداءً میں توسط اور طول نہیں کیا جاتا ہے اگر یہ کہا جائے کہ منفصل میں قصر بھی جائز ہے صرف قصر ہی رہتا تو کیا خرابی تھی اس کا جواب یہ ہے کہ الف میں لینیت کی وجہ سے تقویتہ ہمزہ کا وہ درجہ حاصل نہیں ہوتا جو تنوین پر سکتہ کرنے سے مقصود ہے ۱۲ ؎ بطریق طیبہ ۱۲ (حاشیہ صفحہ ۲۸) ؎ مثلاً ءَانذرتہم ءَاسجد ءَانتم کہ ان امثلہ میں کوئی ہمزۂ وصل نہیں ہے ۱۲ ؎ ہمزہ کو خالص اقصاء حلق سے مع صفت شدت کے اگر ادا کیا جائے اس کو تحقیق کہتے ہیں اور اگر ہمزہ کو الف یا بقیہ حروف مد سے بالکل بدل دیا جائے تو اس کو ابدال کہتے ہیں اور اگر ان دونوں کے درمیان پڑھا جاوے تو اس کو تسہیل کہتے ہیں جیسا کہ شاطبی میں ہے والابدال محض والمسھل بین ما ھو الھمز والحرف (حاشیہ صفحہ ہذا) ؎ بطریق طیبہ ۱۲۔

الف ی منہ اشکال ۱۲

آٹھویں فصل حرکات کی ادا کے بیان میں

فتحہ ساتھ انفتاح فم اور صوت کے اور کسرہ ساتھ انخفاض فم اور صوت کے اور ضمہ ساتھ انضمام شفتین کے ظاہر ہوتا ہے ورنہ اگر فتحہ میں کچھ انخفاض ہوا تو فتحہ مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا۔ اور اگر کچھ انضمام ہو گیا تو فتحہ مشابہ ضمہ کے ہو جائے گا ایسا ہی کسرہ میں اگر کامل انخفاض نہ ہو گا تو مشابہ فتحہ کے ہو جائے گا بشرطیکہ انفتاح ہو گیا ہو اور اگر کچھ انضمام ہو گیا تو کسرہ مشابہ ضمہ کے ہو جائے گا۔ اور ضمہ میں اگر انضمام کامل نہ ہوا تو ضمہ مشابہ کسرہ کے ہو جائے گا۔ بشرطیکہ کسی قدر انخفاض ہو گیا ہو اور اگر کسی قدر انفتاح پایا گیا تو فتحہ کے مشابہ ہو جائے گا (فائدہ) فتحہ جس کے بعد الف نہ ہو اور ضمہ جس کے بعد واؤ ساکن اور کسرہ جس کے بعد یا ساکن نہ ہو ان حرکات کو اشباع[1] سے بچانا چاہیئے ورنہ یہی حروف پیدا ہو جائیں گے ایسا ہی ضمہ کے بعد جب واؤ مشدد ہو اور کسرہ کے بعد یا مشدد ہو مثل (عَدُوٌّ سَوِیٌّ لُجِّیٌّ) اس وقت بھی اشباع سے احتراز نہایت ضروری ہے خصوصاً وقف میں زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔ ورنہ مشدد مخفف ہو جائے گا (فائدہ) جب فتحہ کے بعد الف اور ضمہ کے بعد واؤ ساکن غیر مشدد اور کسرہ کے بعد یاء ساکن غیر مشدد ہو تو اس وقت ان حرکات کو اشباع سے ضرور پڑھنا چاہیئے ورنہ یہ حرف ادا نہ ہوں گے خصوصاً جب کئی حرف مدہ قریب قریب جمع ہوں تو زیادہ خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ اکثر خیال نہ کرنے سے کہیں اشباع ہوتا ہے اور کہیں نہیں فائدہ (مَجْرِیٰهَا) جو سورۂ ہود میں ہے اصل میں لفظ (مجراھا) ہے یعنی (ر) مفتوح ہے اور اس کے بعد الف ہے اس جگہ چونکہ امالہ ہے اس وجہ سے فتحہ خالص اور الف خالص نہ پڑھا جائے گا۔ اور کسرہ اور نہ یاء خالص پڑھی جائے گی بلکہ فتحہ کسرہ کی طرف اور الف یاء کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے گا جس سے فتحہ کسرہ مجہول کے مانند ہو جائے گا اور اس کے بعد یاء مجہول ہو گی اور اس کے سوا اور کہیں امالہ نہیں[2] ہے (فائدہ) کسرہ اور ضمہ کلام عرب میں مجہول نہیں بلکہ معروف ہیں اور ادا کی صورت یہ ہے کہ کسرہ میں انخفاض کامل کے ساتھ آواز کسرہ کی باریک نکلے اور ضمہ میں انضمام شفتین کے ساتھ ضمہ کی آواز باریک نکلے (فائدہ) حرکات کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیئے یہ نہ ہو کہ مشابہ سکون کے ہو جائے ایسا ہی سکون کامل کرنا چاہیئے تاکہ مشابہ حرکت کے نہ ہو جائے اور اس سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ ساکن حرف کی صوت مخرج میں بند ہو جائے اور اس کے بعد ہی دوسرا حرف نکلے اور اگر دوسرے حرف کے ظاہر ہونے سے پہلے مخرج میں جنبش ہو گئی تو لامحالہ یہ سکون حرکت کے مشابہ ہو جائے گا

---

[1] یعنی دراز کرنا اور کھینچنا ۱۲ [2] یعنی روایت حفص میں علاوہ اس لفظ کے اور کہیں امالہ نہیں ۱۲

البتہ حروف قلقلہ اور (کاف اور تاء) کے مخرج میں جنبش ہوتی ہے فرق اتنا ہے کہ حروف قلقلہ میں جنبش سختی کے ساتھ ہوتی ہے اور کاف وتاء میں نہایت نرمی کے ساتھ جنبش ہوتی ہے (فائدہ) کاف تاء میں جو جنبش ہوتی ہے اس میں (ہ) کی یا (س) یا (ث) کی بُو نہ آنی چاہیئے۔

تیسرا باب

پہلی فصل اجتماع ساکنین کے بیان میں

اجتماع ساکنین (یعنی دو ساکن کا اکٹھا ہونا) ایک علیٰ حدہ ہے دُوسرا علیٰ غیر حدہ۔ علیٰ حدہ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا ساکن حرف مدہ ہو اور دونوں ساکن ایک کلمہ میں ہوں مثل (ءَآبۡتَہٗ اٰلۡئٰنَ) اور یہ اجتماع ساکنین جائز ہے اور اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ جائز نہیں البتہ وقف میں جائز ہے اور اجتماع ساکنین علیٰ غیر حدہ اس کو کہتے ہیں کہ پہلا حرف ساکن مدہ نہ ہو یا دونوں ساکن ایک کلمہ میں نہ ہوں اب اگر پہلا ساکن حرف مدہ ہے تو اس کو حذف کر دیں گے۔ مثل (وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ عَلٰۤی اَنۡ لَّا تَعۡدِلُوۡا اِعۡدِلُوۡا وَقَالُوا الۡاٰنَ فِی الۡاَرۡضِ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ وَاسۡتَبَقَا الۡبَابَ[1] وَقَالَا الۡحَمۡدُ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَۃَ) اگر پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو تو اس کو حرکت کسرہ کی دیجائے گی مثل

---

[1] بعض لوگ اجتماع ساکنین میں جب پہلا ساکن الف تثنیہ ہوتا ہے تو بوجہ التباس بصیغۂ واحد الف تثنیہ کو کچھ کھینچ کر پڑھتے ہیں یہ طریقہ اور عمل قواعد تجوید و اصول عربی کے خلاف ہے اور غلط ہے کتاب النشر مطبوعہ دمشق صفحہ $\frac{138}{2}$ باب الوقف علی مرسوم الخط ومن المتفق علیہ ما حذف من الیاءات والواوات والالفات لالتقاء الساکنین وھو ثابت رسما نحو یوتی الحکمۃ (الی ان قال بعد ستۃ سطور قریباً) ونحو وقالا الحمد واستبقا الباب وادخلا النار فالوقف علی جمیع ذلک وما اشبہ بالاثبات لثبوتھا رسما وحکما وھذا ایضاً مما لم یختلف فیہ انتھی ترجمہ التقائے ساکنین کی وجہ سے الف اور یاء اور واؤ کا حذف کیا جانا جمیع قراء کے متفق علیہ مسائل میں سے ہے اور وہ حروف ثلثہ رسم خط میں ثابت ہوں گے جیسے یؤتی الحکمۃ اور اس عبارت کی چھ سطروں کے بعد یہ امثلہ بھی ہیں۔ وقالا الحمد۔ واستبقا الباب۔ وادخلا النار پس وقف ان جمیع مواضع اور ان کے مشابہ الفاظ میں ساتھ اثبات حروف مد کے وقف کیا جائے گا۔ بوجہ ثابت ہونے ان کے رسماً وحکماً اور ان الفات کا وقف میں ثابت رکھنا بھی مختلف فیہ مسائل میں سے نہیں ہے اور سراج القاری شرح

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۲ پر)

(اِنِ ارْتَبْتُمْ وَ اَنْذِرِ النَّاسَ مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ) مگر جب پہلا ساکن میم جمع ہو تو ضمہ دیا جائے گا مثل (عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ عَلَیْہِمُ الْقِتَالُ) اور مِن جو حرف جر ہے اس کے بعد جب کوئی حرف ساکن آئے گا تو نون مفتوح پڑھا جائے گا جیسے (مِنَ اللّٰہِ) ایسا ہی میم (آلٓمّٓ اللّٰہُ) کی وصل میں مفتوح پڑھی جائے گی (فائدہ) بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ) جو سورۂ حجرات میں ہے اس میں (بِئْسَ) کے بعد لام مکسور اس کے بعد سین ساکن ہے اور لام کے قبل اور بعد جو ہمزہ ہے وہ ہمزۂ وصلی ہے اس وجہ حذف کیئے جائیں گے اور لام کا کسرہ بسبب اجتماع ساکنین کے ہے (فائدہ) کلمہ منونہ یعنی جس کلمہ کے اخیر حرف پہ دو زیر یا دو زبر یا دو پیش ہوں تو وہاں پر ایک نون ساکن پڑھا جاتا ہے اور لکھا نہیں جاتا اس کو نون تنوین کہتے ہیں یہ تنوین وقف میں حذف کی جاتی ہے۔ مگر دو زبر ہوں تو اس تنوین کو الف سے بدل دیتے ہیں مثلاً (قَبِیْلًا وَ رَسُوْلًا وَ بَصِیْرًا) اور وصل میں جب اس کے بعد ہمزہ وصلی ہو تو ہمزہ وصلی حذف ہو جائے گا۔ اور یہ تنوین بسبب اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کے مکسور پڑھی جائے گی اور اکثر جگہ خلاف قیاس چھوٹا نون لکھ دیتے ہیں۔ مثل (بِزِیْنَۃِ ۨالْکَوَاکِبِ خَیْرًا ۨالْوَصِیَّۃُ۔ خَبِیْثَۃِ ۨاجْتُثَّتْ۔ طُوًی ۨاذْہَبْ) (فائدہ) تنوین سے ابتداء کرنا یا دھرانا درست نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۱) شاطبیہ مطبوعہ مصر ص ۱۳۱ باب مذکور میں ہے۔ واما الالف فان کل الف سقطت من اللفظ لساکن لقیہا فانک اذا وقفت علیہا وفصلتہا من الساکن اثبتہا فی الوقف لجمیع القراء وذلک نحو فان کانتا اثنتین ودعوا اللہ ربہما۔ وقالا الحمد وقیل ادخلا النار واستبقا الباب وشبہہ انتہی۔ ترجمہ:۔ اور لیکن الف پس ہر وہ الف جو لفظ سے یعنی پڑھنے میں ساقط ہوا ہو بسبب ایسے ساکن کے جو اس کے بعد ہی واقع ہوا ہے پس بیشک اگر وقف کرے تو اس پہ اور اس کو اس ساکن سے جدا کر دے تو جمیع قراء کے لیئے وقف میں اس الف کو ثابت کرے گا مانند امثلہ مذکورہ کے انتہی ان ہر دو کتابوں میں جو تجوید و قراءۃ کی معتبر اور مستند اور معتمد کتابوں میں سے ہیں ان کی عبارات مذکورہ سے بتصریح یہ ثابت اور معلوم ہو گیا کہ الفاظ مذکورۂ بالا میں الف تثنیہ کا مطلق نہ پڑھا جائے گا بلکہ صرف وقف میں پڑھا جائے گا پس الفاظ مذکورۂ بالا میں بحالت وقف الف پڑھنا چاہیئے اور وصل میں نہ پڑھنا چاہیئے یہی عمل تمام قراء عرب کا ہے اس کے خلاف ممنوع اور غیر صحیح ہو گا۔ کیونکہ قواعد و اصول عربیہ کے لحاظ سے ایسے اجتماع ساکنین میں بحالت وصل پہلا ساکن اگر حرف مد ہو تو گرا دیا جاتا ہے اور تلفظ میں ثابت اور باقی رکھنا جائز نہیں۔ من تحتہا الانہار۔ فی الارض۔ قل ادعوا اللہ بحالت وصل حرف مد کو بالاتفاق سب گرا کر پڑھتے ہیں اسی قاعدے کے مطابق ان کلمات مذکورۂ بالا میں بھی الف تثنیہ گرا دیا جائے گا۔ کسی قراءۃ متواترہ میں باقی رکھنا ثابت نہیں اگر یہ شبہ کیا جائے کہ حذف الف کی صورت میں تثنیہ کا

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۳ پر)

دُوسری فصل مدّ[1] کے بیان میں

مد دو قسم ہے اصلی اور فرعی۔ مد اصلی اس کو کہتے ہیں کہ حرف مدہ کے بعد نہ سکون ہو اور نہ ہمزہ ہو۔ فرعی اس کو کہتے ہیں کہ حرف مدہ کے بعد سکون یا ہمزہ ہو اور یہ چار قسمیں ہیں متصل[2] اور منفصل[3] لازم[4] اور عارض[5] یعنی حرف مدہ کے بعد اگر ہمزہ آئے اور ایک کلمہ میں ہو تو اس کو مد متصل کہتے ہیں اور اگر ہمزہ دُوسرے کلمہ میں ہو تو اس کو مد منفصل کہتے ہیں مثل (جاء جیٓ سوٓء فی انفسکم قالوا امنا ما انزل) حرف مد کے بعد جب سکون وقفی ہو مثل (رحیم تعلمون۔ تکذبان) کے تو اس کو مد عارض کہتے ہیں اور اس میں طول توسط قصر تینوں جائز ہیں اور جب حرف مدہ کے بعد ایسا سکون ہو کہ کسی حالت میں حرف مدہ سے جدا نہ ہو سکے اس کو لازم کہتے ہیں۔ اور یہ چار قسم ہے اس واسطے کہ اگر حرف مدہ حروف مقطعات میں ہو تو حرفی کہتے ہیں ورنہ کلمی کہیں گے پھر ہر ایک کلمی اور حرفی دو قسم ہے مثقل اور مخفف اگر حرف مدہ کے بعد مشدد حرف ہے تو مثقل کہیں گے اور اگر محض سکون ہے تو مخفف ہو گی مد لازم حرفی مثقل اور مد لازم حرفی مخفف کی مثال (الٓمٓ، الٓر، الٓمٓر، کٓھٰیٰعٓصٓ، حٰمٓ، حٰمٓعٓسٓقٓ، حٰمٓ طٰسٓ طٰسٓمٓ نٓ صٓ قٓ) اور مد لازم کلمی مثقل کی مثال (دابۃ) اور مد لازم کلمی مخفف کی مثال (الٰٓـٔن) اور جب (و) یا (یا) ساکن کے پہلے فتحہ ہو اور اس کے بعد ساکن حرف ہو تو اس کو مد لین کہتے ہیں۔ اور اس میں قصر توسط طول تینوں جائز ہیں اور (عین مریم اور عین شوریٰ میں قصر نہایت ضعیف ہے اور طول افضل اور اُولے ہے۔ (فائدہ) سورۂ آل عمران کا (الٓمٓ اللہ) وصل کی حالت میں میم ساکن اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی وجہ سے مفتوح پڑھی جاوے گی اور اللہ کا ہمزہ نہ پڑھا جائے گا۔ اور میم میں مد لازم ہے اس وجہ سے وصل میں طول اور قصر دونوں جائز ہیں (فائدہ) حرف مدہ جب موقوف ہو تو اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ ایک الف سے زائد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲) التباس واحد کے صیغہ سے ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ سیاق وسباق سے اہل علم حضرات پر خود ہی واضح اور ظاہر ہو جاتا ہے کہ تثنیہ کا صیغہ ہے۔ واللہ اعلم۔

اگرچہ حذف حرف مد کا سبب امثلہ مذکورہ میں التقائے ساکنین ہے جو اتنا عام مستعمل ہے کہ بعض صورتوں میں باوجود عدم التقائے ساکنین کے بھی ان حروف کو حذف ہی کیا جاتا ہے مثلاً روایت ورش میں من تحتھا الانھار اور فی الارض اور قالوا الاٰن ان امثلہ میں بوجہ نقل حرکت باوجود عدم التقائے ساکنین کے حروف مد حذف ہی کیئے جاتے ہیں۔ تو پھر التقائے ساکنین کی صورت میں بطریق اولیٰ حذف ہونا چاہیئے واللہ اعلم۔ (حاشیہ صفحہ ہذا) [1] لغوی معنے مد کے مطلقاً زیادتی کے ہیں یمدد کم باموال وبنین۔ ای یزد کم اور اصطلاح مجودین میں اطالۃ الصوت علی حرف المد خاص حروف مد پہ آواز کو دراز کرنا اگر کسی اور حرف

نہ ہو جائے دُوسرے یہ کہ بعد حرف مدہ کے ہاو ہمزہ نہ زائد ہو جاوے مثل (قالوا فی مالا) جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ہو جاتا ہے۔

تیسری فصل مقدار اور اوجہ مد کے بیان میں

مد عارض اور مدلین عارض میں تین وجہ ہیں طول توسط قصر فرق اتنا ہے کہ مد عارض میں طول اُولیٰ ہے اس کے بعد توسط اس کے بعد قصر کا مرتبہ ہے بخلاف مدلین عارض کے اس میں پہلا مرتبہ قصر کا ہے اس کے بعد توسط کا اس کے بعد طول کا اب معلوم کرنا چاہیئے کہ مقدار طول کی کیا ہے طول کی مقدار تین الف ہے اور توسط کی مقدار دو الف ہے اور ایک قول میں طول کی مقدار پانچ الف اور توسط کی مقدار تین الف ہے اور قصر کی مقدار دونوں قول میں ایک ہی الف ہے (فائدہ) مد لازم کی چاروں قسموں میں طول علی التساوی ہوگا اور بعض کے نزدیک مثقل میں زیادہ مد ہے اور بعض کے نزدیک مخفف میں زیادہ مد ہے مگر جمہور کے نزدیک تساوی ہے (فائدہ) حرف موقوف مفتوح کے قبل جب حرف مدہ یا حرف لین ہو مثل (عالمین لاضیر) تو تین وجہ وقف میں ہوں گی۔ طول مع الاسکان توسط مع الاسکان قصر مع الاسکان اور اگر حرف موقوف مکسور ہے تو وجہ عقلی چھ نکلتی ہیں اس میں سے چار جائز ہیں۔ طول توسط۔ قصر مع الاسکان۔ قصر مع الروم اور طول توسط مع الروم غیر جائز ہے اس لئے کہ مد کے واسطے بعد حرف مد کے سکون چاہیئے اور روم کی حالت میں سکون نہیں ہوتا بلکہ حرف متحرک ہوتا ہے اور اگر حرف موقوف مضموم ہے مثل (نستعین) کے تو ضربی عقلی وجہیں نو ہیں طول و توسط قصر مع الاسکان۔ طول توسط قصر مع الاشمام قصر مع الروم یہ سات وجہیں جائز ہیں اور طول توسط مع الروم غیر جائز ہیں جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا (فائدہ) جب مد عارض یا مدلین کئی جگہ ہوں تو ان میں تساوی اور توافق کا خیال رکھنا چاہیئے۔ یعنی اگر ایک جگہ مد عارض میں طول کیا ہے تو دُوسری جگہ بھی طول کیا جائے اگر توسط کیا ہے تو دُوسری جگہ بھی توسط کرنا چاہیئے۔ اگر قصر کیا ہے تو دُوسری جگہ بھی قصر کرنا چاہیئے ایسا ہی مدلین بھی جب کئی جگہ ہوں تو توافق ہونا چاہیئے اور جیسا کہ طول توسط میں توافق ہونا چاہیئے ایسا ہی مقدار طول توسط میں بھی توافق ہونا چاہیئے مثلاً اَعُوذُ اور بسملہ سے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ) تک فصل کل کی حالت میں ضربی وجہیں اڑتالیس نکلتی ہیں اس طرح پر کہ رحیم کے اوجہ ثلاثہ مع الاسکان اور قصر مع الروم کو رحیم کے مدود ثلاثہ اور قصر مع الروم میں ضرب دینے سے سولہ وجہیں ہوتی ہیں اور ان سولہ کو (العالمین) سے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے اڑتالیس وجہیں ہوتی ہیں جن میں چار بالاتفاق جائز ہیں یعنی (رحیم رحیم العالمین) میں طول مع الاسکان توسط مع الاسکان قصر مع الاسکان (رحیم رحیم) میں قصر مع الروم کی حالت میں (العالمین) میں قصر مع الاسکان اور بعض نے (رحیم رحیم) کے قصر مع الروم کی حالت میں (العالمین) میں طول توسط کو جائز رکھا ہے باقی بیالیس وجہیں بالاتفاق

غیر جائز ہیں اور فصل اوّل وصل ثانی کی صورت میں عقلی وجہیں بارہ نکلتی ہیں اس طرح پہ کہ (رجیم) کے مدود ثلاثہ اور قصر مع الروم کو (العالمین) کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے بارہ وجہیں ہوتی ہیں۔ ان میں چار وجہیں بالاتفاق جائز ہیں طول مع الطول مع الاسکان توسط مع التوسط مع الاسکان۔ قصر مع القصر مع الاسکان قصر مع الروم مع القصر بالاسکان اور قصر مع الروم مع التوسط بالاسکان اور قصر مع الروم مع الطول بالاسکان یہ دو وجہیں مختلف فیہ ہیں باقی وجہیں بالاتفاق غیر جائز اور وصل اوّل فصل ثانی میں بھی بارہ وجہیں عقلی نکلتی ہیں اور ان میں چار صحیح ہیں اور دو مختلف فیہ ہیں۔ اور اس صورت میں جو وجہیں نکلتی ہیں وہ بعینہٖ مثل فصل اوّل اور وصل ثانی کے ہیں اس وجہ سے نہیں بیان کی گئیں اور وصل کل کی حالت میں (العالمین) کے مدود ثلاثہ ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ استعاذہ اور بسملہ میں پندرہ یا اکیس وجہیں صحیح ہیں۔ (فائدہ) یہ وجہیں جو بیان کی گئی ہیں اس وقت ہیں کہ (العالمین) پہ وقف کیا جائے اور اگر (الرحمٰن الرحیم) پہ یا (یوم الدین یا نستعین) پہ وقف کیا جائے گا۔ یا کہیں وصل اور کہیں وقف کیا جائے گا۔ تو بہت سی وجہیں ضربی نکلیں گی اور ان میں وجہ صحیح نکالنے کا طریقہ یہ ہے کہ جس وجہ سے ضعیف کو قوی پر ترجیح ہو جائے یا مساوات نہ رہے یا اقوال مختلفہ میں خلط ہو جائے تب یہ وجہ غیر صحیح ہوگی (فائدہ) جب مد عارض اور مدلین عارض جمع ہوں تو اس وقت عقلی وجہیں کم از کم نو نکلتی ہیں اب اگر مد عارض مقدم ہے مدلین پر مثلاً (من جوع و من خوف) تو چھ وجہیں جائز ہیں یعنی طولؔ مع الطول، طولؔ مع التوسط، طولؔ مع القصر، توسطؔ مع التوسط، توسطؔ مع القصر، قصرؔ مع القصر اور تین وجہیں غیر جائز ہیں یعنی توسط مع الطول قصر مع التوسط قصر مع الطول اور جب مدلین مقدم ہو مثل (لاریب فیہ ھدًی للمتقین) تو اس وقت بھی نو وجہیں نکلتی ہیں اس میں سے چھ وجہیں جائز ہیں یعنی قصرؔ مع القصر قصرؔ مع التوسط قصرؔ مع الطول توسطؔ مع الطول توسطؔ مع التوسط طول مع الطول اور طول مع التوسط اور طول مع القصر اور توسط مع القصر یہ تین غیر جائز ہیں اور یہ وجہیں غیر جائز اس وجہ سے ہیں کہ حروف مدہ میں مد اصل اور قوی ہے اور حرف لین میں جو مد ہوتا ہے وہ تشبیہ کی وجہ سے ہوتا ہے اس وجہ سے حرف لین میں مد ضعیف ہے اور ان صورتوں میں ترجیح ضعیف کی قوی پر ہوتی ہے اور یہ غیر جائز ہے اور اگر موقوف علیہ میں بسبب اختلاف حرکات کے روم و اشمام جائز ہو۔ تو اس میں اور وجہیں زائد پیدا ہوں گی اس میں بھی مساوات اور ترجیح کا خیال رکھنا چاہیئے مثل (من جوع و من خوف) فائدہ مد متصل اور منفصل کی مقدار میں کئی قول ہیں دو الف ڈھائی الف چار الف اور منفصل میں قصر بھی جائز ہے ان اقوال میں جس پہ چاہے عمل کیا جاوے مگر اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ مد متصل جب کئی جگہ ہوں تو جس قول کو پہلی جگہ لیا ہے وہی دوسری تیسری جگہ رہے مثلاً (والسماء بناءً) میں اگر اقوال کو ضرب دیا جائے تو نو وجہیں ہوتی ہیں اور ان میں سے تین وجہ جو مساوات کی ہیں وہ صحیح ہیں باقی چھ وجہیں غیر صحیح ہیں الیاہی

جب مد منفصل کئی جمع ہوں تو اُن میں بھی اقوال کو خلط نہ کرے مثلاً (لا تؤاخذنا ان نسینا او) اس میں بھی یہ نہ ہونا چاہیئے، کہ پہلی جگہ ایک قول لے دُوسری جگہ دُوسرا قول لیا جائے بلکہ مساوات کا خیال رکھنا چاہیئے (فائدہ) جب مد منفصل اور متصل جمع ہوا ور مثلاً منفصل مقدم ہو متصل پر مثل (ھؤلاء) کے تو جائز ہے منفصل میں قصر اور دو الفی اور متصل میں دو الف ڈھائی الف چار الف اور جب منفصل میں ڈھائی الف مد کیا جاوے تو متصل میں ڈھائی الف چار الف مد جائز ہے اور دو الف غیر جائز ہے اس واسطے کہ متصل منفصل سے اقوی ہے اور ترجیح ضعیف کی قوی پر غیر جائز ہے اور جب منفصل میں چار الف مد کیا تو متصل میں صرف چار الف مد ہوگا۔ اور ڈھائی الف دو الف اس صورت میں غیر جائز ہوگا۔ وجہ وہی رجحان کی ہے اور جب مد متصل منفصل پر مقدم ہو مثل (جاؤا اباھم) تو اگر متصل میں چار الف مد کیا ہے تو منفصل میں چار الف ڈھائی الف دو الف اور قصر جائز ہے اور اگر ڈھائی الف مد کیا ہے تو منفصل میں ڈھائی الف دو الف اور قصر جائز ہے اور چار الف غیر جائز ہے ایسا ہی اگر متصل میں دو الف مد کیا ہے تو منفصل میں صرف دو الف اور قصر ہوگا۔ اور ڈھائی الف چار الف مد نہ ہوگا (فائدہ) جب متصل منفصل کئی جمع ہوں مثل (باسماء ھؤلاء) تو انہیں قواعد پر قیاس کرکے وجہ صحیح غیر صحیح نکال لی جائے (فائدہ) جب متصل کا ہمزہ اخیر کلمہ میں واقع ہوا اور اس پر وقف اسکان یا اشمام کے ساتھ کیا جائے مثل (یشاء قروء فیئ) تو اس وقت میں طول[1] بھی جائز ہے اور سکون کی وجہ سے قصر[2] جائز نہ ہوگا۔ اس واسطے کہ اس صورت میں سبب اصلی کا الغاء اور سبب عارضی کا اعتبار لازم آتا ہے اور یہ غیر جائز ہے اور اگر وقف بالروم کیا ہے تو صرف توسط ہوگا (فائدہ) خلاف جائز سے جو وجہیں نکلتی ہیں مثل اوجہ بسملہ وغیرہ کے ان میں سب وجہوں کا ہر جگہ پڑھنا معیوب ہے اس قسم کی وجہوں میں ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے البتہ افادہ کے لحاظ سے سب وجہوں کا ایک جگہ جمع کرلینا معیوب نہیں (فائدہ) اس فصل میں جو غیر جائز اور غیر صحیح کہا گیا ہے مُراد اس سے غیر اَولیٰ ہے قاری ماہر کے لئے معیوب ہے (فائدہ) اختلاف مراتب میں خلط کرنا یعنی ایک لفظ کا

---

[1] شروع مد کی فصل میں معلوم ہو چکا کہ زیادتی علی القصر یعنی مد فرعی کے دو سبب ہیں (۱) حرف مد کے بعد سکون کا آنا اجتماع ساکنین سے جو ثقل پیدا ہو اس کے رفع کرنے کی غرض سے مد کیا جاتا ہے (۲) حرف مد کے بعد ہمزہ کا آنا حرف مد ضعیف ہے ہمزہ قوی ہے اور ضعیف کے بعد قوی ہوگا تو یہ تلفظ اہل زبان کے نزدیک ثقیل ہے اسی لئے مد کیا جاتا ہے اور یہاں مد متصل پر وقف کرنے کی صورت میں دونوں سبب اکٹھے ہو گئے پس اجتماع سببین سے اور زیادہ ثقالت پیدا ہو گئی اس وجہ سے طول بھی جائز رکھا گیا ۱۲

[2] چونکہ مد متصل میں مستقل اور اصلی سبب ہمزہ ہے اور وقف کی وجہ سے سکون بھی عارض ہو گیا اس عارضی سبب کا لحاظ کرتے ہوئے مثل مد عارض وقفی کے قصر جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں سبب ضعیف کو سبب قوی پر ترجیح ہو جائے گی ۱۲

اختلاف دُوسرے پر موقوف ہو مثلاً (فتلقی ادم من ربہ کلمات) اس میں ادم کو مرفوع پڑھیں تو کلمات کو منصوب پڑھنا ضروری ہے ایسا ہی بالعکس ایسے اختلاف کے موقع پر خلط بالکل حرام ہے اور اگر ایک روایت کا التزام کر کے پڑھا اور اس میں دُوسرے کو خلط کر دیا تو کذب فی الروایت لازم آئے گا اور علی حسب التلاوۃ خلط جائز ہے مثلاً حفص کی روایت میں دو طریق[1] مشہور ہیں۔ ایک امام شاطبی دوم جزری تو ان میں خلط کرنا اس لحاظ سے کہ دونوں وجہ حفصؒ سے ثابت ہیں کچھ حرج نہیں خصوصاً جب ایک وجہ عوام میں شائع ہو گئی ہو اور دُوسری وجہ مشہور ثابت عند القراء متروک ہو تو ایسی صورت میں لکھنا پڑھنا پڑھانا نہایت ضروری ہے۔ متاخرین کے اقوال و آراء میں خلط کرنا چنداں مضائقہ نہیں۔

فصل چوتھی وقف[5] کے احکام میں

---

[1] مثلاً نون ساکن اور تنوین کا ادغام لام اور راء میں تمام قراء کے لئے بلا غنہ بطریق شاطبی ہے کما قال الشاطبی ص۲۰ وکلھم التنوین والنون ادغموا، بلاغنۃ فی اللام والرا لیجملا۔ اور بطریق علامہ جزری علاوہ حمزہ کسائی اور شعبہ کے بقیہ قراء کے لئے ادغام بالغنہ بھی ثابت ہے کما قال الطیبۃ ص۱۱۲ وادغم بلاغنۃ فی لام وراء، وھی لغیر صحبۃ ایضا تری[ل] خلاصہ یہ ہوا کہ حفصؒ کی روایت میں ہر دو طریق کے لحاظ سے نون کا ادغام لام و راء میں بلا غنہ اور با غنہ دونوں طرح سے ثابت ہے لیکن عوام میں ادغام بلا غنہ ہی مشہور و معروف ہے اور ادغام با غنہ متروک ہو گیا ہے ۱۲

یا ایک ہی کتاب سے کسی قاری یا راوی کے لئے دو وجہیں نکلتی ہوں اور ثابت ہوں مثلاً آخر سورۂ روم میں تین جگہ جو لفظ ضعف آیا ہے اس میں شاطبی کے طریق سے حفص کے لئے ضمہ، ضاد اور فتحہ ضاد دونوں ثابت ہیں لیکن ضمہ مشہور اور معروف ہو گیا اور فتحہ متروک ہے۔ کما قال الشاطبی ص۴۶ وفی الروم صف عن خلف فصل الخ

[5] معرفت وقف اور ابتداء کی ضرورت اور اہمیت میں ایک ذمہ دار قاری مقری کے لئے علم اوقاف اور ابتداء جتنا ضروری ہے وہ مندرجہ ذیل کتب معتبرہ تجوید سے ظاہر ہے قول المفید ص۱۰۹ لغایۃ ص۱۴۱ اعلم ان ھذا الباب مما ینبغی للقاری ان یھتم بمعرفتہ ویصرف فی اتقانہ اکبر ھمتہ حتی ان بعضھم جعل تعلم الوقف واجبا لما ورد ان علیا رضی اللہ عنہ سئل عن قولہ تعالی ورتل القراٰن ترتیلا، فقال الترتیل تجوید الحروف ومعرفۃ الوقوف اور اسی صفحہ میں کچھ آگے چل کر کہتے ہیں، ومن ثم اشترط کثیر من الائمۃ الخلف علی المجیز ان لا یجیز احدا الا بعد معرفۃ الوقف والابتداء اور اس سے آگے یہ ہے قال بعضھم ان معرفۃ الوقف تظھر مذھب اھل السنۃ من مذھب المعتزلۃ لنفی اختیار الخلق لا اختیار الحق فلیس لاحد ان یختار بل الخیرۃ للہ تعالی اخرج

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۸ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) ھذا الاثر البیھقی فی سننہ در صفحہ ۱۴۲ میں ہے وقال الھذلی فی کاملہ الوقف حلیۃ التلاوۃ وزینۃ القاری وبلاغ التالی وفھم المستمع وفخر العالم وبہ یعرف الفرق بین المعنیین المختلفین والنقیضین المتنافیین والحکم المتغایرین۔ وقال ابو حاتم من لم یعرف الوقف لم یعرف القرآن وقال ابن الانباری من تمام معرفۃ القرآن معرفۃ الوقف والابتداء اذ لا یتانی لاحد بمعرفۃ معانی القرآن الا بمعرفۃ الفواصل فھذا ادل دلیل علی وجوب تعلمہ وتعلیمہ اور قول ابن عمر لقد عشنا برھۃ من دھرنا الخ اور اسی طرح کی عبارتیں کتاب النشر صـ ۲۲۴ لغایۃ صـ ۲۲۵ اور شرح جزری ملا علی قاری صـ ۹ میں موجود ہیں جن سے علم اوقاف وابتدا کی سخت ضرورت ظاہر اور ثابت ہوتی ہے۔

لیکن بعض آیتیں اور مضامین طویل ہونے کی بنا پر اگر قبل اختتام مضمون بحسب المعنی سانس کی تنگی وغیرہ سے وقف کر دیا جائے جس کو وقف اضطراری کہتے ہیں تو پھر اعادہ از ما قبل چونکہ وہ اختیاری ہے اس کا خیال ولحاظ رکھنا ضروری ہے کہ کلام مفید اور مربوط ہو جائے اور سامع کو فہم معنی میں کسی جملہ وغیرہ کا انتظار نہ رہے جیسا کہ نشر جزو اول صـ ۲۲۹ میں ہے واما الابتداء فلا یکون الا اختیاریا لانہ لیس کالوقف تدعو الیہ ضرورۃ فلا یجوز الا بمستقل بالمعنی موفٍ بالمقصود اور قول المفید صـ ۲۴۳ میں ہے فان عرض لہ ای للقاری عجز بعطاس او قطع نفس او نحوہ عند ما یکرہ الوقف علیہ عاد من اول الکلام لیکون الکلام متصلا بعضہ ببعض اور شرح جزری ملا علی قاری صـ ۵ میں ہے الا ان یکون القاری مضطرا فانہ یجوز الوقف حال اضطرارہ کانقطاع نفس ونحوہ لکن اذا وقف یبتدی من الکلمۃ التی وقف علیھا یعنی اذا حسن الابتداء بھا اور قول المفید صـ ۱۴۲ میں یہ عبارت ہے۔ واضطراری وھو ما یعرض بسبب ضیق النفس ونحوہ کعجز ونسیان فحینئذٍ یجوز الوقف علی ای کلمۃ وان لم یتم المعنی کما ان وقف علی شرط دون جوابہ او علی موصول دون صلتہ لکن یجب الابتداء من الکلمۃ التی وقف علیھا ان صلح الابتداء بھا (فائدہ ۷) اور قول المفید صـ ۱۰۱ میں ہے قبح الابتداء لا یختص بالمجرور بل الابتداء بکل تابع قبیح الخ پس ان عبارتہائے مرقومۂ بالا سے صاف معلوم ہو گیا کہ وقف تو اضطراری ہو سکتا ہے لیکن اعادہ اور ابتداء چونکہ یقینی اختیاری ہے اس لئے اعادہ میں اس کا لحاظ ضروری ہے کہ کلام مرتبط اور مرکب مفید کے درجہ میں ہو لہٰذا اس قاعدۂ کلیہ کے مطابق جار مجرور سے اعادہ کرنا بدون متعلق کے یا محض مفعول سے بدون فعل وفاعل کے یا صرف جزا سے بدون شرط کے یا صلہ سے بدون موصول کے وغیرہ وغیرہ عرفاً مکروہ اور قبیح ہے۔

تنبیہ (۱) قراء سبعہ میں امام نافع اور امام عاصم اور امام کسائی ان تینوں قاریوں کا مسلک اور مذہب وقف وابتدا کے بارہ میں یہ ہے نشر جزو اول صـ ۲۳۷ لغایۃ صـ ۲۳۸ (نافع) کان یراعی محاسن الوقف والابتداء بحسب المعنی کما ورد عنہ النص بذلک (عاصم) ذکر عنہ ابو الفضل الرازی انہ کان یراعی حسن الابتداء و

(باقی حاشیہ صفحہ ۳۹ پر)

وقف کے معنے اخیر کلمہ غیر موصول پر سانس کا توڑنا[1] اب اگر وہاں پر کوئی آیت ہے یا کوئی وقف اوقاف معتبرہ سے ہے تو بعد کے کلمہ سے ابتدا کرے ورنہ جس کلمہ پر سانس توڑے اس کو اعادہ کرے اور وسط کلمہ پر اور ایسا ہی جو کلمہ دوسرے کلمہ سے موصول ہو اس پر وقف جائز نہیں، ایسا ہی ابتداء اور اعادہ بھی جائز نہیں اب معلوم ہونا چاہیئے کہ جس کلمہ پر سانس توڑنا چاہتا ہے اگر وہ پہلے سے ساکن ہے تو محض وہاں پر سانس توڑ دیں گے اور اگر وہ کلمہ اصل میں ساکن ہے مگر حرکت اس میں عارض ہو گئی ہے تب بھی وقف محض اسکان کے ساتھ ہو گا۔ مثل (علیهم الذلة وانذر الناس) اور اگر وہ حرف موقوف متحرک ہے تو اس کے اخیر میں (تا) بصورت (ہا) ہے تو وقف میں اس (تا) کو (ہا) ساکنہ سے بدل دیں گے مثل (رَحْمَةً نِعْمَةً) اور اگر ایسا نہ ہو تو آخر حرف پر اگر دو زبر ہیں تو تنوین کو الف سے بدل دیں گے مثل (سواءً ھدیً) اور اگر حرف موقوف پر ایک زیر ہے تو وقف صرف اسکان کے ساتھ ہو گا مثل (یعلمون) کے اور اگر اخیر حرف پر ایک پیش یا دو پیش ہوں مثل (رؤفٌ یفعلُ) تو وقف اسکان اور اشمام اور روم تینوں سے جائز ہے، اشمام کے معنے ہیں حرف کو ساکن کر کے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا اور روم کے معنے ہیں حرکت کو خفی صوت سے ادا کرنا اور اگر اخیر حرف پر ایک زیر یا دو زیر ہوں مثل (ذو انتقام ولا فی السماء) تو وقف میں اسکان اور روم دونوں جائز ہیں (فائدہ) روم اور اشمام اسی حرکت پر ہو گا جو کہ اصلی ہو گی اور حرکت عارضی ہو گی تو روم و اشمام جائز نہ ہو گا۔ مثل (انذر الذين عليكم الصيام) (فائدہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۸) ذکر الخزاعی ان عاصما والکسائی کانا یطلبان الوقف من حیث یتم الکلام۔ جب امام عاصم کا مذہب معلوم ہو گیا تو اب روایت حفص میں تلاوت کرنے والوں کو اتباعاً للامام وقف اور ابتداء میں اتمام کلام بحسب المعنی کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری ہے خصوصاً ایک قاری مقری ذمہ دار کے لئے اور اس کا التزام نہ کرنے اور اس کے خلاف کرنے سے یہ نقصان اور خرابی ہو گی کہ وہ طلبہ جو اس سے اخذ کر رہے ہیں اور پڑھ رہے ہیں ان کی نظر میں اس چیز کی اہمیت اور ضرورت نہ رہے گی۔ اور وقف و ابتداء کے مسئلہ میں عملاً وہ شتر بے مہار کی طرح آزاد ہو جائیں گے۔ اور اس کوتاہی کا سلسلہ آئندہ ان فارغین کے تلامذہ میں بھی جاری و ساری رہے گا جس کی تمام تر ذمہ داری قاری مقری پر عائد ہو گی۔

تنبیہ (۲) اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جب اعادہ اور ابتداء میں قاری مقری کو کلام کے ربط وغیرہ کا خیال رکھنا ضروری ہے تو پھر بوقت افتتاح تلاوت خصوصاً مجالس میں کسی ایسی جگہ سے شروع نہ کرنا چاہیئے کہ سامعین کو تفہیم معنی میں کسی ماقبل کے مضمون متعلقہ کا انتظار رہے مثلاً ان تعذبھم فانھم عبادك اور لھم فیھا زفیر وھم فیھا لا یسمعون۔ اور ذالك عیسی ابن مریم وغیرہ سے افتتاح تلاوت کرنا۔ کہ موضع اولین میں سامعین کو ضمائر کے مرجع کی تلاش اور فکر رہیگی اور موضع ثالث میں ذلک کا مشار الیہ تلاش کرنا ہو گا فقط (حاشیہ صفحہ ہذا) [1] وقف کی مشہور تعریف عند القراء یہ ہے قطع الصوت

(باقی حاشیہ صفحہ ۴۰ پر)

روم کی حالت میں تنوین حذف ہو جائے گی جیسا کہ رہا ضمیر کا صلہ وقف بالروم اور بالاسکان میں حذف ہوتا ہے مثل بہ لہٗ کے (فائدہ) الظنونا اور الرّسولا اور السبیلا جو سورۂ احزاب میں ہے اور پہلا قواریرا جو سورۂ دہر میں ہے اور (انا) جو ضمیر مرفوع منفصل ہے ایسے ہی (لکنا) جو سورۂ کہف میں ہے ان کے آخر کا الف وقف میں پڑھا جائے گا۔ اور وصل میں نہیں پڑھا جائے گا۔ (سلاسلاً) جو سورۂ دہر میں ہے جائز ہے وقف کی حالت میں اثبات الف اور حذف الف (فائدہ) آیات پر وقف کرنا زیادہ احب اور مستحسن ہے اور اس کے بعد جہاں م لکھی ہو اور اس کے بعد جہاں (ط) لکھی ہو اور اس کے بعد جہاں (ج) لکھی ہو اس کے بعد جہاں (ز) لکھی ہو غیر اولیٰ کو اولیٰ پر ترجیح نہ دینا چاہیئے یعنی آیت کو چھوڑ کر غیر آیت پر وقف کرنا یا (م) کی جگہ وصل کر کے (ط) وغیرہ پر وقف کرنا۔ بلکہ ایسا انداز رکھے کہ جب سانس توڑے تو آیت پر یا (م ط) پر بعض کے نزدیک جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی ہو تو وہاں پر وصل اولیٰ ہے فصل سے اور وصل کی جگہ صرف وقف یا وقف کی جگہ صرف وصل کرنے سے معنے نہیں بدلتے اور محققین کے نزدیک نہ گناہ نہ کفر ہے البتہ قواعد عرفیہ کے خلاف ہے جن کا اتباع کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ ایہام معنے غیر مراد لازم نہ آئے ایسا ہی اعادہ میں بھی لحاظ رکھنا چاہیئے۔ بعض جگہ اعادہ نہایت قبیح ہوتا ہے جیسا کہ وقف کہیں حسن کہیں احسن کہیں قبیح کہیں اقبح ہوتا ہے۔ ایسا ہی اعادہ بھی چار قسم ہے تو جہاں سے اعادہ حسن یا احسن ہو وہاں سے کرنا چاہیئے ورنہ اعادہ قبیح سے ابتداء بہتر ہے مثلاً (قالوا ان اللہ فقیر) سے اعادہ حسن ہے اور (اِنَّ اللہ) سے قبیح ہے (فائدہ) تمام اوقاف پر سانس توڑنا باوجود دم ہونے کے ایسا نہ چاہیئے قاری کی مثال مثل مسافر اور اوقاف کو مثل منازل کے لکھتے ہیں تو جب ہر منزل پر بلا ضرورت ٹھہرنا فضول اور وقت کو ضائع کرنا ہے تو ایسا ہر جگہ وقف کرنا فعل عبث ہے جتنی دیر وقف کرے گا اتنی دیر میں ایک دو کلمہ ہو جائیں گے البتہ لازم مطلق پر اور ایسے ہی جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی نہ ہو ایسی جگہ وقف کرنا ضروری اور مستحسن ہے اور کلمہ کو محض ساکن کرنا یا اور جو احکام وقف کے ہیں ان کو کرنا بلا سانس توڑے اس کو وقف نہیں کہتے یہ سخت غلطی ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹) مع النفس واسکان المتحرک ان کان متحرکا۔ یعنی آواز اور سانس دونوں کا انقطاع اور متحرک حرف کا ساکن کر دینا۔ لیکن چونکہ سانس کا انقطاع آواز کے انقطاع کو مستلزم ہے اس وجہ سے مؤلفؒ نے صرف سانس کے انقطاع پر اکتفا کیا ۱۲ سبحان اللہ کتنے لطیف پیرایہ میں حضرت مؤلفؒ نے یہ بتا دیا کہ تاء مربوط پر وقف بالاسکان ہی ہوگا۔ روم اور اشمام جائز نہیں۔ ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] چونکہ راس آیۃ ہے رعایت سجع کی وجہ سے الف پر وقف ہوگا۔ گو حفصؒ کے نزدیک غیر منون ہے لیکن دوسرا قواریرا چونکہ راس آیۃ نہیں غیر منون ہونے کی وجہ سے وصل اور وقف دونوں حالتوں میں الف نہ پڑھا جائے گا۔ ۱۲ [2] مثلاً ماهن یا انی کفرت پر وقف کرنا۔ ۱۲ [3] مثلاً ولا یحزنک قولھم کا مابعد ان العزۃ سے وصل کر دینا۔ ۱۲

(فائدہ) کلمات میں تقطیع اور سکتات نہ ہونا چاہیئے خصوصاً سکون پر البتہ جہاں روایتہً ثابت ہوا ہے وہاں سکتہ کرنا چاہیئے اور یہ چار جگہ ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے آیات پر سکتہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ سورۂ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ اگر سکتہ نہ کیا جائے تو شیطان کا نام ہو جائے گا۔ یہ سخت غلطی ہے وہ سات جگہ یہ ہیں (دلل۔ ھرب۔ کیو۔ کنع۔ کنس۔ تعل۔ بعل) اگر ایسا ہی کسی کلمہ کا اوّل کسی کلمہ کا آخر ملا کر کلمات گھڑ لئے جائیں تو اور بھی بہت سے سکتے نکلیں گے۔ جیسا کہ ملا علی قاری شرح مقدمہ جزریہ میں تحریر فرماتے ہیں روما[1] اشتھر علی لسان بعض الجھلۃ من القران فی سورۃ الفاتحۃ للشیطن کذا من الاسماء فی مثل ھٰذہ التراکیب من البناء فخطاء فاحش واطلاق قبیح ثم سکتھم علی نحو دال الحمد وکاف ایاک وامثالھا غلط صریح (فائدہ) (کایّن) میں جو نون ساکن ہے یہ نون تنوین کا ہے اور مرسوم ہے اس لفظ کے سوا مصحف عثمانی میں کہیں تنوین نہیں لکھی جاتی اور قاعدے سے یہاں تنوین وقف کی حالت میں حذف ہونا چاہیئے مگر چونکہ وقف تابع رسم خط کے ہوتا ہے اور یہاں تنوین مرسوم ہے اس وجہ سے وقف میں ثابت رہے گی (فائدہ) آخر کلمہ کا حرف علت جب غیر مرسوم ہو تو وقف میں بھی محذوف ہو گا۔ اور جو مرسوم ہو گا وہ وقف میں بھی ثابت ہو گا ثابت فی الرسم کی مثال (واقیموا الصلوٰۃ تحتھا الانھار ولا تسقی الحرث) اور محذوف فی الرسم کی مثال (فارھبونِ وَسَوۡفَ یؤتِ اللہ) سورۂ نساء میں (ننج المؤمنینَ) سورۂ یونس میں (متاب عقاب) سورۂ رعد میں مگر سورۂ نمل میں جو (فما اٰتانِ اللہ) ہے اس کی یا باوجودیکہ غیر مرسوم ہے وقف میں جائز ہے اثبات اور حذف اس واسطے کہ وصل میں حفص اس کو مفتوح پڑھتے ہیں (ویدع الانسان) سورۂ اسرا میں (ویمح اللہ الباطلَ) سورۂ شوریٰ میں (یدع الداع) سورۂ قمر میں (سندع الزبانیۃ) سورۂ علق میں (ایہ المؤمنونَ) سورۂ نور میں (ایہ الساحر) سورۂ زخرف میں (ایہ الثقلان) سورۂ رحمٰن میں البتہ اگر تماثل فی الرسم کی وجہ سے غیر مرسوم ہو گا۔ تو اس قسم کا محذوف وقف میں ثابت ہو گا اس کی مثال جیسے لیستحی وان تلوٗا ولیستوٗا جاء[2] ماء سواء (تراء الجمعٰن) (فائدہ) (لا تامنا علی یوسف) اصل میں

---

[1] یعنی اور بعض ناواقف لوگوں کی زبان پر جو مشہور ہو گیا ہے کہ قرآن میں سورۂ فاتحہ کے دلل۔ ھرب۔ کیو۔ کنع۔ کنس۔ تعل۔ بعل کی ترکیبوں سے شیطان کے نام ہیں یہ فحش غلطی ہے پھر سکتہ کرنا ان ناواقفوں کا مثل دال الحمد اور کاف ایاک وغیرہ پر صریح غلط ہے ۱۲

[2] محذوف فی الرسم بوجہ تماثل ثابت فی الوقف کی امثلہ کے سلسلہ میں مؤلفؒ کلمہ جاء بھی لائے ہیں حالانکہ ہمزہ کی رسم کے جو اصول ہیں ان کے اعتبار سے جاء میں ہمزہ متطرفہ متحرکہ ماقبل ساکن کو ضوابط کے مطابق محذوف الشکل ہونا چاہیئے جیسا کہ خود حضرت مؤلفؒ نے شرح رائیہ مسمی بدر العقیلہ مطبوعہ الٰہ آباد صفحہ ۶۰ میں جاء شاء وغیرہ کو محذوف الشکل بتلایا ہے (رباني حاشیہ صفحہ ۴۴)

(لاتأمننا) دو نون ہیں اور پہلا نون مضموم ہے دُوسرا مفتوح اور لانافیہ ہے اس میں محض اظہار اور محض ادغام جائز نہیں۔ بلکہ ادغام کے ساتھ اشمام ضرور کرنا چاہیئے اور اظہار کی حالت میں روم ضروری ہے (فائدہ) حرف مبدا اور موقوف کا خیال رکھنا چاہیئے کہ کامل طور سے ادا ہو خاص کر جب ہمزہ یا عین موقوف کسی حرف ساکن کے بعد ہو مثل (شیئ سوء جوع) اکثر خیال نہ کرنے سے ایسے موقع پر حرف بالکل نہیں ادا ہوتا۔ یا ناقص ادا ہوتا ہے۔

(فائدہ) نون خفیفہ قرآن شریف میں دو جگہ ہے ایک (ولیکونًا من الصاغرین) سورۂ یوسف میں دُوسرا (لنسفعًا) سورۂ اقرا میں یہ نون وقف میں الف سے بدل جائے گا اس وجہ سے کہ اس کی رسم الف کے ساتھ ہے۔

خاتمہ

پہلی فصل

جاننا چاہیئے کہ قاری مقری[1] کے واسطے چار علموں کا جاننا ضروری ہے ایک تو علم تجوید یعنے حروف کے مخارج اور اس کے صفات کا جاننا دُوسرا علم اوقاف ہے یعنی اس بات کو جاننا کہ اس کلمہ پر کس طرح وقف کرنا

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱) تطبیق کی صورت یہ ہے کہ کلمہ جاء اصل میں جیا اجوف یائی ہے اور ہمزہ متحرک درحقیقت متحرک کے بعد مثل بدا اور قرا کے الف کی شکل میں تھا لیکن جب حسب قاعدہ تعلیل کی گئی ی متحرک ماقبل مفتوح اُس ی کو الف سے بدلا گیا۔ اب تماثل ہوا جس کی وجہ سے ہمزہ کی شکل کو حذف کردیا گیا۔ تو گویا فوائد مکیہ میں کلمہ کی اصل کے اعتبار سے جاء کو اس قبیل میں داخل کیا اور شرح رائیہ میں کلمہ کی اصل اور تعلیل وغیرہ سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کی ظاہری شکل یعنی ہمزہ متطرفہ متحرکہ بعد ساکن۔ ان امثلہ میں شامل کردیا جن میں تماثل کی وجہ سے حذف نہیں بلکہ وضعاً ہمزہ محذوف ہے مثل سفہا اور یشاء اور من ماءٍ وغیرہ کے ۱۲ ملأ ماءً اور سواءً یہ دونوں منصوب منون مراد ہیں کیونکہ ان دونوں کلموں کی بقیہ صورتوں میں ہمزہ کی شکل وضعاً محذوف ہے نہ کہ تماثل کی وجہ سے البتہ منصوب منون ہونے کی حالتیں ہمزہ متوسط متحرک ماقبل الف اپنی حرکت کے مطابق الف کی شکل میں ہونا چاہیئے اور چونکہ تنوین نصبی کا رسم خط بالالف ہوتا ہے اس لئے الف شکل ہمزہ اور الف تنوین اور الف ماقبل ہمزہ ان میں تماثل ہونے کی وجہ سے آخر کے دو الف حذف ہوں گے،

[2] اس کلمہ کی اصل تراءی بروزن تخاصم ہے اس میں علاوہ الف بنائی کے دو الف اور ہونا چاہئیں ایک الف شکل ہمزہ متوسط دوسرا الف مبدل عن الیاء بوجہ تماثل دو الف محذوف ہوں گے جیسا کہ شرح رائیہ مسمی بدر العقلیہ مطبوعہ الہ آباد صہ ۵۲

(باقی حاشیہ صفحہ ۴۳ پر)

چاہیئے اور کس طرح نہ کرنا چاہیئے اور کہاں معنی کے اعتبار سے قبیح اور حسن ہے اور کہاں لازم اور غیر لازم ہے تجوید کے اکثر مسائل بیان ہو چکے ہیں اور اوقاف جو قبیل ادا[1] سے ہیں وہ بھی بیان کر دیئے گئے اور جو قبیل معانی[2] سے ہیں مختصر طور سے ان کے رموز کا بھی جو دال علی المعانی ہیں بیان کر دیا اور بالتفصیل بیان کرنے سے کتاب طویل ہو جائیگی اور مقصود اختصار ہے اور تیسرے رسم عثمانی ہے اس کا بھی جاننا ضروری ہے یعنی کس کلمہ کو کہاں پر کس طرح لکھنا چاہیئے کیونکہ کہیں تو رسم مطابق تلفظ کے ہے اور کہیں غیر مطابق اب اگر ایسے مواقع پر جہاں مطابقت نہیں ہے وہاں لفظ کو مطابق رسم کے تلفظ کیا تو بڑی بھاری غلطی ہو جائے گی مثلاً (رحمٰن) بے الف کے لکھا جاتا ہے اور (بِأَيْيدٍ) سورۂ ذاریات میں دو (ی) سے لکھا جاتا ہے اور (لا الی اللہ تحشرون) لا اوضعوا لا اذبحنّه لا انتم) ان چار جگہوں[3] میں لام تاکید کا ہے اور لکھنے میں لام الف ہے ان جگہوں میں مطابقت رسم سے لفظ مہمل اور مثبت منفی ہو جاتا ہے اور یہ رسم توقیفی اور سماعی ہے اس کے خلاف لکھنا جائز نہیں اس واسطے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جس وقت قرآن شریف نازل ہوتا تھا اسی وقت لکھا جاتا تھا۔ صحابۂ کرام کے پاس متفرق طور سے لکھا ہوا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اکٹھا ایک جگہ جمع کیا گیا تھا پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہایت ہی اہتمام اور اجماع صحابہ سے متعدد قرآن شریف لکھوا کر جا بجا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱، ۴۲) دوسرے بیت یعنی واکتب تراء وجاء انابواحدۃ + تبوّءًا ملجأ ماءً مع النظر) اور اس کی شرح سے ظاہر ہے شرح یہ ہے :- ای اذا کان فی اٰخر الکلمۃ الفان او ثلثۃ فلم ترسم الا واحدۃ نحو تراء من قولہ تعالیٰ فلما تراء الجمعان وھو علی وزن تفاعل الف بعد الراء وبعدھا ھمزۃ اذا رسمت بصورۃ الالف والف لام الفعل فلم ترسم الا واحدۃ اور کچھ آگے چل کر کہتے ہیں ملجا وماءً حالۃ النصب فیہ الفان صورۃ الھمزہ والف التنوین ۱۲ (حاشیہ صفحہ ۴۲) [1] یعنی معلم ۱۲

(حاشیہ صفحہ ہذا) [1] مثلاً وقف بالروم وقف بالاشمام ۱۲ [2] مثلاً وقف حسن یا احسن یا قبیح اور اقبح اور لازم وغیرہ ۱۲

[3] یہ کلمہ اور سورۂ صافات میں لا الی الجحیم ان دونوں کا رسم خط بعض مصاحف میں الف کی زیادتی کے ساتھ ہے اور بعض میں بلا الف ہے اور (لا اوضعوا) سورۂ توبہ میں اجلہ اہل رسم کے نزدیک بالالف ہے اور کلمہ لا اذبحن جو سورۂ نمل میں ہے بالاتفاق جمیع اہل رسم بالالف ہے لیکن کلمہ لا انتم جو سورۂ حشر میں اس میں الف کی زیادتی کسی معتبر طریقہ سے ثابت نہیں صرف کتاب مورد الظمآن میں بالالف بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اس کلمہ میں الف کی زیادتی ضعیف درجہ میں ہے علامہ دانی نے اپنی کتاب مقنع میں اور علامۂ شاطبی نے بھی اپنی کتاب رائیہ میں اس کلمہ کو نہیں بیان کیا۔ کما قال الشاطبی۔ وزاد اللام لِفُ الفا۔ لا اوضعوا اجلھم واجمعوا زمرًا لا اذبحن وعن خلف معًا لا الی۔ رائیہ مطبوعہ مصر ص۲۰۵ اب

(باقی صفحہ ۴۴ پر)

بھیجے گئے جمع اول اور جمع ثانی میں اتنا فرق ہے کہ پہلی دفعہ میں جمع غیر مرتب تھا اور جمع ثانی میں سورتوں کی ترتیب کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے۔ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کام کو حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپرد کیا کیونکہ یہ کاتب الوحی تھے۔ اور عرضۂ اخیرہ کے مشاہد اور اسی عرضہ کے موافق جناب حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سنایا تھا۔ اور با وجود سارے کلام مجید مع سبعہ احرف کے حافظ ہونے کے پھر بھی یہ احتیاط اور اہتمام تھا کہ تمام صحابۂ کرام کو حکم تھا۔ کہ جو کچھ جس کے پاس قرآن شریف لکھا ہوا ہو وہ لاکر پیش کریں اور کم از کم دو۔ دو گواہ بھی ساتھ رکھتا ہو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ لکھا گیا ہے اور جیساکہ صحابۂ کرام نے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لکھا تھا۔ ویسا ہی حضرت ابو بکر صدیق رضؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے لکھوایا بلکہ بعض ائمہ اہل رسم اس کے قائل ہیں کہ یہ رسم عثمانی حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امر اور املاء سے ثابت ہوئی ہے اس طرح پر یہ قرآن شریف باجماع صحابۂ کرام اس رسم خاص پر غیر معرب غیر منقط لکھا گیا۔ اس کے بعد قرن ثانی میں آسانی کی غرض سے اعراب اور نقطے بھی حروف میں دے دیئے گئے اب معلوم ہوا کہ یہ رسم توقیفی ہے ورنہ جس طرح ائمہ دین نے اعراب اور نقطے آسانی کے لیئے دیئے ہیں ایسا ہی رسم غیر مطابق کو مطابق کر دیتے اور یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق یا حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما اور جمیع صحابہ اس غیر مطابق اور زوائد کو دیکھتے اور پھر اس کی اصلاح نہ فرماتے خاص کر قرآن شریف میں اسی واسطے جمیع خلفاء اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ وغیر ہم نے اس رسم کو تسلیم کیا ہے اور اس کے خلاف کو خلافِ جائز کی جگہ پر جائز نہیں رکھا اور بعض اہل کشف نے اس رسم خاص میں بڑے بڑے اسرار بیان کیئے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ رسم بمنزلۂ حروف مقطعات اور آیات متشابہات کے ہے (وَمَا یَعْلَمُ تَاوِیلَهُ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُونَ فِی الْعِلْمِ یَقُولُونَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا) اور چوتھے علم قراءت ہے اور یہ وہ علم ہے جس سے اختلاف الفاظ وحی کے معلوم ہوتے ہیں اور قراءت دو قسم ہے ایک تو وہ قراءت ہے جس کا پڑھنا صحیح ہے۔ اور اس کی قرآنیت کا اعتقاد کرنا ضروری اور لازمی ہے اور انکار اور استہزاء گناہ اور کفر ہے۔ اور یہ وہ قراءت ہے جو قراء عشرہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۴) بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ مؤلفؒ نے کلمہ کا انتم کو باوجود اس کے ضعف کے بیان فرمایا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اس موقعہ پر مؤلفؒ کو چند ایسی مثالیں دینا مقصود تھا جن کا رسم خط بالالف ہوا اور تلفظ بدون الف کے۔

اس سلسلہ میں جو کلمات ذہن میں آگئے وہ بیان کر دیئے قطع نظر اس کے کہ کس کلمہ میں الف کی زیادتی راجح اور قوی ہے اور کس میں ضعیف ہے۔

بعض مصاحف میں کلمہ لانفضوا من حولك (آل عمران) الف کی زیادتی کے ساتھ ہے۔ جو بالکل بے اصل ہے۔ کتب معتبرہ رسم خط میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں۔ ۱۲

سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت ہوتی ہے اور جو قراءت ان سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت نہیں ہوئیں یا ان کے ماسوا سے مروی ہیں وہ سب شاذہ ہیں اور شاذہ کا حکم یہ ہے کہ اس کا پڑھنا قرآنیت کے اعتقاد سے یا اس طرح کہ سامع کو قرآن شریف پڑھے جانے کا وہم ہو حرام اور ناجائز ہے آج کل یہ بلا بہت ہو رہی ہے کہ کوئی قراءت متواترہ پڑھے تو مسخرہ پن کرتے ہیں اور ٹیڑھی بانکی قراءت سے تعبیر کرتے ہیں اور بعض حفاظ قاری صاحب بننے کو تفسیر وغیرہ دیکھ کر اختلاف قراءت سے پڑھنے لگتے ہیں۔ اور یہ تمیز نہیں ہوتی کہ یہ کونسی قراءت ہے آیا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں اور شاذ ہے یا متواتر دونوں حضرات کا حکم ماسبق سے معلوم ہو چکا کہ کس درجہ بڑا کرتے ہیں۔

دُوسری فصل

قرآن شریف کو الحان[1] اور انغام[2] کے ساتھ پڑھنے میں اختلاف ہے بعض حرام۔ بعض مکرُوہ بعض مباح بعض مستحب کہتے ہیں پھر اطلاق اور تقیید میں بھی اختلاف ہے مگر قول محقق اور معتبر یہ ہے کہ اگر قواعد موسیقیہ کے لحاظ سے قواعد تجوید کے بگڑ جائیں تب تو مکروہ یا حرام ہے ورنہ مباح ہے یا مستحب اور مطلقاً تحسین صوت سے پڑھنا مع رعایت قواعد تجوید کے مستحب اور مستحسن ہے جیسا کہ اہلِ عرب عموماً خوش آوازی سے اور بلا تکلف بلا رعایت قواعد موسیقیہ کے ذرّہ بھر بھی واقف نہیں ہوتے اور نہایت ہی خوش آوازی سے پڑھتے ہیں اور یہ خوش آوازی ان کی طبعی اور جبلی ہے اسی واسطے ہر ایک کا لہجہ الگ الگ اور ایک دُوسرے سے ممتاز ہوتا ہے۔ ہر ایک اپنے لہجہ کو ہر وقت پڑھ سکتا ہے۔ بخلاف انغام کے کہ ان کے اوقات مقرر ہیں کہ دُوسرے وقت میں نہیں بنتے اور نہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ یہاں سے معلوم ہو گیا کہ نغم اور لہجہ میں کیا فرق ہے طرزِ طبعی کو لہجہ کہتے ہیں بخلاف نغم کے اب یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ انغام کسے کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ تحسین صوت کے واسطے جو خاص قواعد مقرر کئے گئے ہیں ان کا لحاظ کرکے پڑھنا یعنی کہیں گھٹانا کہیں بڑھانا کہیں جلدی کرنا کہیں نہ کرنا کہیں آواز کو پست کرنا کہیں بلند کرنا کسی کلمہ کو سختی سے ادا کرنا کسی کو نرمی سے کہیں رونے کی سی آواز نکالنا۔ کہیں کچھ جو جانتا ہو وہ بیان کرے البتہ جو بڑے بڑے اس فن کے ماہر ہیں ان کے قول یہ سُنے گئے ہیں کہ اس سے کوئی آواز خالی نہیں ہوتی ضرور ضرور کوئی نہ کوئی قاعدہ موسیقی کا پایا جائے گا خصوصاً جب انسان ذوق شوق میں کوئی چیز پڑھے گا باوجودیکہ وہ کچھ بھی اس فن سے واقف نہ ہو مگر کوئی نہ کوئی نغم سرزد ہوگا۔ اسی واسطے بعض محتاط لوگوں نے اس طرح پڑھنا شروع کیا ہے کہ تحسین صوت کا ذرہ بھر

---

[1] یعنی لہجہ طبعی　[2] راگنیاں

بھی نام نہ آوے کیونکہ تحسین صوت کو لازم ہے نغم اور اس سے احتیاط ہے اور یہی بعض اہل احتیاط اہل عرب کو کہتے ہیں کہ وہ لوگ تو گا کے پڑھتے ہیں حالانکہ یہ تحسین کسی طرح ممنوع نہیں اور نہ اس سے مفر ہے خلاصہ اور ماحصل ہمارا یہ ہے کہ قرآن شریف کو تجوید سے پڑھنا اور فی الجملہ خوش آوازی سے پڑھے اور قواعد موسیقیہ کا خیال نہ کرے کہ موافق ہے یا مخالف اور صحت حروف اور معانی کا خیال کرے اور معنی اگر نہ جانتا ہو تو اتنا ہی خیال کافی ہے کہ مالک الملک عزّ و جل کے کلام کو پڑھ رہا ہوں اور وہ سن رہا ہے اور پڑھنے کے آداب مشہور ہیں۔

الفہ عبد الرحمٰن بن محمّد بشیر خان

عَفَا اللہ عَنہُ وَعَنْ والدیہ

تمّ الکتاب

ضمیمہ فوائد مکیہ

باب التکبیر

ختم القرآن کے وقت سورۂ والضحیٰ سے آخر قرآن تک ہر سورۃ کے آخر میں تکبیر یعنی اللہ اکبر کہنا استحباباً علی وجہ التخییر بنا بر ذکر جلیل اور مسنون ہونے کے جمیع قراء مکہ کا معمول ہے اگرچہ حدیث تکبیر مرفوعاً مسلسل بالا صرف احمد بزی راوی ابن کثیر ہی سے بلا اختلاف ہے لیکن بسبب مسنون ہونے کے قولاً وفعلاً تمام قراء کے لئے مشائخ نے تکبیر کو پسند کیا ہے جیساکہ کتاب غیث النفع فی القراءت السبع مطبوعہ مصر ص۳۸۴ میں ہے۔ وقد اتفقت الحفاظ الذهبي وغيره بان حديث التكبير لم يرفعه الى النبي صلى الله عليه وسلم الا البزي فرويناعنه باسانيد متعددة انه قال سمعت عكرمة ابن سليمان يقول قرات على اسماعيل بن عبد الله المكي فلما بلغت والضحى قال لي كبر عند خاتمة كل سورة حتى تختم واخبره انه قرا على مجاهد فامره بذالك واخبره مجاهد ان ابن عباس امره بذلك واخبره ابن عباس ان ابي ابن كعب امره بذلك واخبره ابي ان النبي صلى الله عليه وسلم امره بذلك ورواه ابو عبد الله الحاكم في مستدركه على الصحيحين عن ابن يحي محمد بن عبد الله بن يزيد الامام بمكة عن محمد بن على ابن زيد الصائغ عن البزي وقال هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجه البخاري ولا مسلم واما غير البزي فانما رووه موقوفاً عن ابن عباس ومجاهد انتهى ترجمہ:- یعنی بیشک حافظ ذہبی وغیرہ نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ حدیث تکبیر بزی کے سوا اور کسی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک مرفوع نہیں ہے پس روایت کرتے ہیں ہم بزی سے متعدد سندوں کے ساتھ کہا بزی نے کہ سنا میں نے عکرمہ بن سلیمان سے کہتے ہیں وہ کہ پڑھا میں نے اسمٰعیل بن عبداللہ مکی سے جب میں سورۂ والضحیٰ پر پہنچا تو کہا مجھ سے کہ تکبیر کہو ہر سورۃ کے ختم پر قرآن کے ختم تک کیونکہ میں نے پڑھا عبداللہ ابن کثیر سے پس جب پہنچا میں سورۂ والضحیٰ پر تو عبداللہ ابن کثیر نے کہا کہ تکبیر کہو ہر سورت کے ختم پر قرآن کے ختم تک اور عبداللہ ابن کثیر نے بتلایا کہ پڑھا انہوں نے مجاہد سے پس مجاہد نے تکبیر کا حکم کیا اور مجاہد نے بتلایا کہ ابن عباس نے مجھے اس کا امر کیا اور ابن عباس نے خبر دی کہ ابی بن کعب نے اس کا حکم کیا اور ابی بن کعب نے بتلایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کا حکم فرمایا روایت کیا اس کو ابو عبداللہ حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں۔

اور بزی کے علاوہ اور جن لوگوں سے تکبیر کی روایت ہے وہ ابن عباس اور مجاہد تک موقوف ہے۔

اور تکبیر کا سبب بعض کے نزدیک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مدت کے لیئے وحی کا انقطاع ہو گیا تھا جس کی وجہ سے منافقوں نے طعناً کہنا شروع کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے رب نے چھوڑ دیا اور ناراض ہو گیا۔ جب بعد انتظار کے والضحیٰ نازل ہوئی تو آپ نے ختم سورۃ پر بطور شکر کے اللہ اکبر فرمایا اور بقول بعض تکبیر کا سبب یہ ہے کہ سورۂ والضحیٰ کے نزول کے وقت جبریل امین اپنی اصلی صورت میں آئے تھے اس سے متاثر ہو کر آپ نے اللہ اکبر فرمایا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض ایسی خاص نعمتوں کا تذکرہ اور وعدہ کیا گیا ہے جو نہایت مہتم بالشان ہیں بالخصوص آیتہ ولسوف یعطیك ربك فترضیٰ اس آیتہ میں ایسی عطا اور ایسی نعمت کا وعدہ ہے جو سب نعمتوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی کا سبب اور موجب صد مسرت وخوشی ہے۔ ان نعمتوں کے شکریہ میں فرط مسرت سے آپ نے ختم سورۃ پر اللہ اکبر فرمایا۔ اسی طرح تاخیر وحی کے اسباب میں بھی مختلف اور متعدد اقوال ہیں۔ جن کی تفصیل کتب مطولہ میں موجود ہے یہاں اختصاراً اتنا ہی کافی سمجھا۔

اور چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کی قراءۃ کے آخر میں اور اپنی قراءت سے پہلے تکبیر فرمائی اس وجہ سے تکبیر کا تعلق آخر سورۃ اور اول سورۃ دونوں کے ساتھ محتمل ہے اس وجہ سے ایک جماعت قراء کی اس طرف ہے کہ ابتداء تکبیر کی آخر ضحیٰ سے ہے اور انتہا آخر ناس پر ہے اور کچھ لوگوں نے اول الم نشرح سے اور کچھ لوگوں اول ضحیٰ سے تکبیر کی ابتدا مانی ہے۔ اسی طرح انتہا تکبیر کی بقول بعض اول ناس اور بقول بعض آخر ناس پر ہے۔

اور بطریق ابن حباب تہلیل یعنی لا الہ الا اللہ واللہ اکبر بھی تکبیر کے ساتھ زیادہ کیا گیا ہے۔

اور ابو طاہر عبد الواحد اور ابن صباح وغیرہ کے طریق سے تحمید وللہ الحمد کی زیادتی بھی تکبیر کے آخر میں ثابت ہے یعنی لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد تہلیل کا اضافہ بدون تحمید کے درست ہے لیکن صرف تحمید کی زیادتی بغیر تہلیل کے جائز نہیں پس تکبیر اور بسملہ کے وصل اور فصل کے اعتبار سے ضربی وجہیں آٹھ نکلتی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) سورۂ اولےٰ کی آخر آیتہ سے تکبیر کا فصل اور بسملہ سے تکبیر کا وصل اور بسملہ کا وصل سورۃ ثانیہ سے مثلاً واما بنعمة ربك فحدث ۞ اللہ اکبر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الم نشرح۔

(۲) سورۃ اول کی آخر آیتہ پر وقف اور تکبیر کا وصل بسملہ سے اور بسملہ کا فصل سورۃ ثانیہ سے مثلاً فحدث ۞ اللہ اکبر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الم نشرح یہ دونوں وجہیں اس کا احتمال رکھتی ہیں کہ تکبیر شروع سورہ کے لیئے ہے۔

(۳) سورۃ اولیٰ کی اخیر آیتہ سے تکبیر کا وصل اور تکبیر کا بسملہ سے فصل بسملہ کا وصل سورۃ ثانیہ سے مثلاً فحدث الله اکبر ہ بسم الله الرحمٰن الرحیم الم نشرح۔ (۴) سورۂ اولیٰ کی اخیر آیتہ سے تکبیر کا وصل اور تکبیر کا بسم اللہ سے فصل اور بسملہ کا فصل سورۃ ثانیہ سے مثلاً فحدث الله اکبر ہ بسم الله الرحمٰن الرحیم ہ الم نشرح۔

یہ دونوں وجہیں اس تقدیر پر ہیں کہ تکبیر کا تعلق آخر سورۃ سے ہے۔

(۵) سورۃ اولیٰ کا وصل تکبیر سے اور تکبیر کا وصل بسملہ سے اور بسملہ کا وصل سورۃ ثانیہ سے مثلاً فحدث الله اکبر بسم الله الرحمٰن الرحیم الم نشرح۔ (۶) قطع سورۃ اولیٰ کا تکبیر سے اور تکبیر کا قطع بسملہ سے اور وصل بسملہ کا سورۃ ثانیہ سے مثلاً فحدث ہ الله اکبر ہ بسم الله الرحمٰن الرحیم الم نشرح۔ (۷) سورۃ اولیٰ کا قطع تکبیر سے اور تکبیر کا قطع بسملہ سے اور بسملہ کا قطع سورۃ ثانیہ سے مثلاً فحدث ہ الله اکبر ہ بسم الله الرحمٰن الرحیم ہ الم نشرح۔

ان تین وجہوں یعنی نمبر ۵ لغایتہ نمبر ۷ میں تکبیر کے تعلق کا دونوں سورتوں کے ساتھ احتمال ہو سکتا ہے۔

(۸) سورۃ اولیٰ کا وصل تکبیر سے اور تکبیر کا وصل بسملہ سے اور بسملہ کا فصل سورۃ ثانیہ سے مثلاً فحدث الله اکبر بسم الله الرحمٰن الرحیم ہ الم نشرح۔

یہ آٹھویں وجہ ناجائز ہے اس وجہ سے کہ اس میں بسم اللہ کا تعلق سورۃ اولےٰ کے ساتھ معلوم ہوگا۔ سورۃ والضحیٰ سے سورۃ ناس تک جن سورتوں کے آخر میں حرف ساکن ہے تو نمبر ۳ لغایتہ نمبر ۵ ان تین وجہوں میں اس ساکن حرف کو کسرہ دے کر لام اسم الجلالہ سے ملا کر پڑھیں گے۔ اور ہمزۂ وصلی بوجہ درج کلام گرا دیا جائیگا مثلاً فحدثِ الله اکبر۔ فارغبِ الله اکبر۔ کفواً احدنِ الله اکبر۔ توابانِ الله اکبر۔ اور اگر سورۃ کے آخر میں متحرک حرف ہے تو اس کو اسی حرکت کے ساتھ تکبیر کے اسم الجلالہ میں ملا دیا جائے گا۔ مثلاً باحکم الحاکمین الله اکبر۔

لیکن اگر اخیر حرف ہائے ضمیر موصولہ ہے تو اس کا صلہ حذف کیا جائیگا۔ مثلاً لمن خشی ربہ الله اکبر۔ شرا یرہ الله اکبر۔

اور اگر بقول بعض تہلیل اور تحمید بھی تکبیر کے ساتھ زیادہ کی جائے تو پھر سورۃ اُولیٰ کا اخیر حرف اگر تنوین ہے تو تنوین کا ادغام لام نافیہ میں کر دیا جائے گا۔ مثلاً کفواً احد لا اله الا الله والله اکبر ولله الحمد باقی صورتوں میں ساکن ساکن رہے گا اور متحرک متحرک کوئی تغیر نہ ہوگا۔ اور ہائے ضمیر کا صلہ بھی بدستور باقی رہے گا۔

اور چونکہ آخر سورۂ لیل پر کسی کے نزدیک تکبیر نہیں اس لئے درمیان سورۂ لیل اور سورۂ ضحیٰ کے صرف پانچ وجہیں جائز ہوں گی اور دو وجہیں نمبر ۳-۴ جن میں آخر سورۃ کے لئے تکبیر کا احتمال ہے ناجائز ہوں گی۔ اسی طرح درمیان سورۃ الناس اور سورۃ فاتحہ بھی پانچ وجہیں ہوں گی اور دو وجہیں نمبر ۱۔ اور نمبر ۲ ناجائز ہوں گی۔ کیونکہ دونوں اوّل سورۃ کے ساتھ محتمل ہیں اور اوّل فاتحہ میں کسی کے قول سے تکبیر ثابت نہیں۔

علامۂ شاطبی نے جو آخر لیل کہا ہے اس سے بھی اول والضحیٰ ہی مراد ہے جیسا کہ سراج القاری شرح شاطبیہ

صفحہ ۳۱ میں ہے وبعض اهل الاداء وصل التكبير باخر سورة والليل يعني من اول سورة والضحى۔ تہلیل کے اوّل چونکہ مدّ منفصل ہے تو جن کی روایت میں صرف قصر ہے ان کے لئے توسط بھی کر سکتے ہیں۔ مبالغۃً للنفی اگر تکبیر والی سورتوں میں سے کسی سورۃ پہ قطع قراۃ کا ارادہ ہو تو آخر سورۃ پر بھی تکبیر کہے۔ اور اگر پھر اگلی سورۃ سے ابتداء کرے تو صرف استعاذہ اور بسملہ پڑھے تکبیر نہ کہے۔ بشرطیکہ آخر سورۃ کے احتمال پر تکبیر کہی ہو ورنہ اگر اوائل سورۃ کے احتمال پر تکبیر کہی ہے تو قطع قراءت کے وقت آخر سورۃ پر تکبیر نہ کہے اور اگر پھر اگلی سورۃ کی ابتداء کرے تو درمیان استعاذہ اور بسملہ کے تکبیر کہے۔

الحال المرتحل

یعنی ایک قرآن مجید کو ختم کرنے کے بعد ہی دُوسرا قرآن مجید بلا فصل شروع کر دینا کتاب غيث النفع في القراءت السبع مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰ میں ہے فقد روى عن المكي من طريق درباس مولى ابن عباس عن عبد الله بن عباس عن ابي بن كعب رضي الله عنهم عن النبي صلى الله عليه وسلم انه كان اذا قرأقل اعوذ برب الناس افتتح من الحمد ثم قرأ من البقرة الى واولئك هم المفلحون ثم دعا ثم قام وروى مسندا ومرسلا ان رجلا قال للنبي صلے الله عليه وسلم اي العمل احب الى الله تعالى قال الحال المرتحل وهو على حذف مضاف اى عمل الحال۔ وروى مسندا ومفسرا عن ابن عباس رضي الله عنهما بلفظ ان رجلا قال يارسول الله صلے الله عليه وسلم اي الاعمال افضل قال عليك بالحال المرتحل قال وما الحال المرتحل قال صاحب القرآن كلما حل ارتحل اى كلما فرغ من ختمة شرع في اخرى شبه بمسافر اذا فرغ من سفره وحل منزله ثم ارتحل بسرعة لسفر اخر۔ (ترجمہ) اور بیشک روایت کیا گیا عبداللہ ابن کثیر مکی سے بطریق درباس جو کہ مولے ہیں ابن عباس کے (غلام آزاد شدہ) عبداللہ ابن عباس سے اور وہ روایت کرتے ہیں ابی بن کعب سے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب سورۂ ناس پڑھ کر قرآن ختم کرتے تو پھر فاتحہ اور سورۂ بقرہ سے مفلحون تک افتتاحاً پڑھتے پھر دعا مانگ کر کھڑے ہو جاتے اور مسند اور مرسل طریق سے روایت کیا گیا ہے۔ کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالےٰ کو کونسا عمل محبوب ہے تو آپ نے فرمایا کہ حال مرتحل یعنی عمل حال مرتحل اور مسند اور مفسر طریق پہ روایت کیا گیا ہے۔ ابن عباسؓ سے کہ ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا عمل افضل ہے آپ نے فرمایا لازم ہے تجھ پہ حال مرتحل اس شخص نے کہا کہ حال مرتحل کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ قرآن مجید پڑھنے والا جب ایک قرآن ختم کرے تو دُوسرا قرآن شروع کرے اس کی مثال اس مسافر کی سی ہے جس نے اپنے سفر کو ختم کرنے اور اپنی جائے قیام میں اترنے اور اپنے پہنچنے کے بعد ہی

دوسرے سفر کی تیاری کی اور روانہ ہو گیا اور کتاب اتحاف فی القراٰت الاربعۃ عشر مطبوعہ مصر ص۲۷۹ میں ہے
اصل ھذا الحدیث فی جامع الترمذی من حدیث صالح المزی عن قتادہ عن زرارۃ عن ابن
عباس قیل یارسول ای العمل احب الی اللہ تعالیٰ قال الحال المرتحل۔
و رواہ ابوالحسن بن غلبون وزاد فیہ یارسول اللہ ما الحال المرتحل قال فتح القراٰن وختمہ
صاحب القراٰن یضرب من اولہ الیٰ اٰخرہ ومن اٰخرہ الی اولہ کلما حل ارتحل الخ۔

ترجمہ۔ اور اس حدیث کی اصل جامع ترمذی میں صالح مزی کی حدیث ہے۔ کہ وہ روایت کرتے ہیں قتادہ سے اور قتادہ زرارہ سے اور زرارہ ابن عباس سے کہا گیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کونسا عمل اللہ کو محبوب ہے تو فرمایا کہ حال مرتحل اور اسی کو ابوالحسن بن غلبون نے اتنی زیادتی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ یارسول اللہ حال مرتحل کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا کہ صاحب قرآن کا قرآن کو شروع کرنا اور ختم کرنا اور پڑھنا اوّل سے آخر تک اور آخر سے اوّل تک۔ خلاصہ ان عبارتوں کا جو اوپر بیان ہوئیں یہ ہے کہ قرآن مجید ختم کرنے کے بعد ہی فوراً اسی جلسہ میں بدون قطع قراءت کے دوسرا قرآن مجید شروع کر دیا جائے یعنی سورۃ فاتحہ اور سورۂ بقر کی چند آیتیں و اولٰئک ھم المفلحون تک پڑھ لی جائیں۔ اس کو احب الاعمال اور افضل الاعمال کہا گیا ہے اور یہ بھی بر سبیل استحباب ہے واجب نہیں اور اس پر عمل کرنا افضل اور بہتر ہے۔

تکرار سورۂ اخلاص فی التراویح

آج کل ہندوستان و پاکستان وغیرہ کے اکثر شہروں میں یہ رواج ہو گیا ہے کہ تراویح میں ختم قرآن کے موقع پر سورۂ اخلاص تین بار پڑھی جاتی ہے حالانکہ تجوید و قرأۃ کی معتبر کتابوں سے اس کا ترک ہی بہتر اور راوسلے معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اتحاف مطبوعہ مصر ص۲۷۹ میں ہے۔

واما ما اعتید من تکرار سورۃ اخلاص ثلاث مرات فقال فی النشر انہ لم یقرأ بہ ولا نعلم احدا نص علیہ من القراء والفقہا سوی ابی الفخر حامد بن علی بن حسنویہ القزوینی فی کتاب حلیۃ القراء فانہ قال فیہ القراء کلھم قرؤا سورۃ الاخلاص مرۃ واحدۃ الا الھروانی بفتح الھاء والراء عن الاعشیٰ فانہ اخذ باعادتہا ثلاثا والماثور مرۃ واحدۃ قال اعنی صاحب النشر والظاھر ان ذلک کان اختیارا من الھروانی فان ھذا لم یعرف فی روایۃ الاعشی ولا ذکرہ احد من علمائنا وقد صار العمل علی ھذا فی کثیر البلاد عند الختم والصواب ما علیہ السلف لئلاّ یعتقد ان ذلک سنۃ ولھذا نص ائمۃ الحنابلۃ علی انہ لا تکرار سورۃ الصمد قالوا وعنہ یعنون احمد لا یجوز انتہی کلام النشر قیل والحکمۃ

فیہ ما ورد انہا تعدل ثلث القران فیحصل بہ ثواب ختمۃ فان قیل کان ینبغی ان تقرأ اربعا لیحصل ختمتان والجواب ان المراد ان یکون علی یقین من حصول ختمۃ لما التی قرأھا اما التی حصل ثوابھا بتکریر السورۃ فھو جبر لما لعلہ حصل فی القرآن من خلل۔ انتھی۔

ترجمہ:۔ لیکن وہ جو سورۂ اخلاص کو تین مرتبہ پڑھنے کی عادت ہو گئی ہے تو اس کے متعلق نشر میں کہا کہ ایسا پڑھا نہیں گیا اور نہ کسی قاری یا فقیہہ نے جہانتک ہمیں معلوم ہے اس کی تصریح کی بجز ابوالفخر حامد بن علی حسنو قزوینی کے کہ اُنہوں نے کتاب حلیۃ القراء میں کہا ہے کہ تمام قاریوں نے سورۂ اخلاص کو ایک ہی مرتبہ پڑھا ہے سو ہروانی کے کہ اس نے بروایت اعشی تین مرتبہ پڑھنے کو اخذ کیا ہے حالانکہ منقول ایک ہی مرتبہ ہے صاحب نشر نے کہا ہے ظاہر ہے کہ یہ طریقہ صرف ہروانی کا پسند کیا ہُوا ہے اس لئے کہ یہ اعشی کی روایت میں معروف نہیں ہُوا اور نہ ہمارے علماء میں سے کسی نے اس کو ذکر کیا۔ اور بہت سے شہروں میں ختم قرآن کے وقت اس پر عمل جاری ہے۔ مگر درست وہ ہے جس پر سلف کا عمل ہے تاکہ اس کے سنت ہونے کا اعتقاد نہ ہو جائے۔ اور اسی لئے ائمہ حنا نے نص کر دیا ہے کہ سورۂ اخلاص مکرر نہ پڑھی جائے۔ انہوں نے کہا کہ امام احمد سے روایت ہے کہ یہ جائز نہیں ہے نشر کا کلام ختم ہُوا۔ بعضوں نے کہا کہ اس میں حکمت یہ ہے کہ یہ سورۃ ایک ثلث قرآن کے برابر ہے جیسا کہ وارد ہُوا ہے اور اس سے ایک ختم کا ثواب مل جاتا ہے۔ اگر کہا جائے کہ پھر مناسب ہے کہ چار مرتبہ پڑھی جائے تاکہ دو ختم کا ثواب ملے اس کا جواب یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ ایک ختم کا ثواب یقینی ہو جائے۔ جو کچھ پڑھا ہے اور سورۃ کے مکرر پڑھنے سے جو ثواب حاصل ہُوا ہے وہ اس نقصان کی تلافی ہے جو شاید قراءت قرآن میں کوئی خلل ہو گیا ہو۔ انتہی۔

پس مرقومہ بالا عبارت سے صاف واضح ہو گیا کہ تراویح میں ختم قرآن کے وقت سورۃ اخلاص کا ایک ہی بار پڑھنا بہتر اور اولےٰ ہے تاکہ یہ شبہ نہ ہو سکے کہ تین بار پڑھنا سنّت ہے۔ واللہ اعلم۔

ھدایۃ العباد الی حقیقۃ النطق بالضاد

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و قرأ عظام اس مسئلہ میں کہ حرف ضاد کا صحیح تلفظ کیا ہے اور اس کی ادائیگی کا معتبر کیا طریقہ ہے اور صحیح ضاد کی آواز میں ظاء سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ یا دال مہملہ سے اور بجائے مشابہت بالظا خالص ظاء یا خالص دال مہملہ مرققہ یا مفخمہ پڑھی جائے تو کونسی صورت میں نماز فاسد ہو گی اور عوام کے لئے کونسا تلفظ نماز کی صحت کے لئے ضروری یا بہتر اور مناسب ہے اور ضاد کو ظاء سے ممتاز ادا کرنا عوام کے لئے محل تکلیف ہے یا نہیں۔ بینوا و توجروا۔

الجواب وھو الموفق للحق والصواب

جواب سے پہلے تمہیداً اوّل چند باتیں ضروری سمجھ لینا چاہئیں تاکہ جواب کے سمجھنے میں سہولت اور آسانی ہو جائے۔ (۱) اہل فن حضرات سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کسی دو حرفوں میں تشابہ کا سبب اشتراک مخرج ہوا کرتا ہے یا اشتراک صفات پس جو حرف کسی حرف سے ذاتاً وصفاً جتنا متحد ہوگا اتنا ہی اس سے قریب اور مشابہ ہوگا پس اس قاعدۂ مسلّمہ کے بموجب ضاد کا تقابل حروف مشتبہ الصوت یعنی ظاء ذ ز اور دال مہملہ سے کرکے دیکھنا چاہیئے پس ان چاروں حرفوں میں سے جس حرف کے ساتھ ض اکثر صفات میں متحد اور شریک ہوگا وہی صحیح معنوں میں ضاد کا مشبہ مانا جائے گا۔ نقشۂ ذیل ملاحظہ کرنے کے بعد یہ مسئلہ صاف طور پر سمجھ میں آسکتا ہے۔

نقشہ

حروف	مخارج	صفات
ض	زبان کا بغلی کنارہ اوپر داڑھوں کی جڑ	جہر۔ رخاوت۔ استعلاء۔ اطباق۔ استطالت
ظ	زبان کی نوک کنارہ ثنایائے علیا	〃 〃 〃 〃
ذ	〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃	〃 〃 استفال انفتاح
ز	زبان کی نوک ثنایائے علیا سفلیٰ کا کنارہ مع اتصال ثنایائے سفلیٰ علیا	〃 〃 〃 〃 صفیرہ
د	زبان کی نوک جڑ ثنایائے علیا	〃 شدت 〃 〃 قلقلہ

اس نقشہ سے معلوم ہوگیا کہ ضاد باعتبار مخرج اور استطالت کے ان چاروں حرفوں سے مختلف ہے اب رہیں بقیہ صفات تو دال مہملہ سے فقط صفت جہر میں متحد ہے باقی صفات شدت استفال انفتاح۔ قلقلہ میں مختلف ہے اور ذ ز ان حرفوں کے ساتھ جہر۔ رخاوت دو صفتوں میں شریک ہے بقیہ صفات استفال انفتاح میں مختلف ہے لیکن ظ کے ساتھ جہر رخوت استعلاء اطباق چار صفتوں میں شریک ہے حاصل یہ نکلا کہ ضاد کو دال مہملہ کے ساتھ بوجہ اتحاد ایک صفت جہر کے نہایت قلیل درجہ کی مشابہت ہے اسی وجہ سے ضاد کا ممتاز ادا کرنا دال مہملہ سے نہایت سہل اور آسان ہے۔ اسی طرح (ذ) کے ساتھ بھی معمولی تشابہ ہے اور بوجہ صفت صفیر ضاد کو (ز) سے ممتاز ادا کرنا بھی

آسان ہے علی ہذا (ذ) کے ساتھ بھی بوجہ اتحاد صفت جہر و رخوت مشابہت ہے لیکن بوجہ اختلاف استعلاء واطباق ضاد کو ذ سے علیحدہ بچا کر ادا کر لینا آسانی سے ممکن ہے اب ضاد کی مشابہت کاملہ کا دارومدار بسبب اتحاد اکثر صفات ظا کے ساتھ رہ جاتا ہے اسی وجہ سے حضرات مجوّدین کے نزدیک ان دونوں حرفوں میں امتیاز عسیر اور مشکل سمجھا گیا ہے اور حضرات علماء فقہا نے اس کو فصل بالمشقۃ سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ عنقریب آئندہ کی عبارتوں سے معلوم ہو جائے گا۔ (۲) عام طور پر ایک غلطی یہ پھیلی ہوئی ہے کہ عوام حرف ظ کو بھی غلط ادا کرتے ہیں یعنی (زائے) مفخمہ یا زائے مخلوط بالواؤ کے تلفظ کو ظ کی ادائیگی سمجھتے ہیں پس نتیجہ یہ نکلا کہ جب مشبہ بہ غلط ہوا تو مشبہ میں صحت مشابہت کا کوئی صحیح معیار نہ رہا۔

(۳) عوام کے لئے ض کا ظ سے ممتاز ادا کرنا اگر محل تکلیف میں ہوتا تو سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں یہ سوال پیدا ہونا چاہیئے تھا جبکہ غیر عرب عجمی لوگ اسلام میں داخل ہو رہے تھے اور ان کی زبان میں یہ حرف نہ تھا اور یہ مسلّم ہے کہ اس وقت یہ سوال نہیں پیدا ہوا۔ (۴) بعض لوگ آج کل کے عربوں کے تلفظ مشابہ بالدال مہملہ کو حجت میں پیش کرتے ہیں حالانکہ اختلاط عجم کے اثرات سے عوام بلکہ بعض خواص عرب بھی جو کثرت سے مخلوط النسب ہیں متعدد حرفوں کو مثل ث اور ق کے بھی غلط بولنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ پس اس صورت میں بقاعدۂ غلط العوام فصیح ان کا غلط تلفظ حجت کے قابل ہے یا نہیں۔

(۵) جس طرح ضاد کا صحیح تلفظ کافی مہارت اور پوری مشق پر موقوف ہے اسی طرح ضاد صحیح کا احساس اور ادراک بھی کافی سماعت پر منحصر ہے۔ اب اس تمہیدی مضمون کے بعد اصل مسئلہ کی طرف توجہ کرنا چاہیئے کہ علمائے قراءت فقہائے امت نے اس مسئلہ میں کیا فیصلہ کیا ہے کتاب النشر مطبوعۂ دمشق صفحہ ۲۱۹ ج ۱ والضاد انفرد بالاستطالة وليس في الحرف ما يعسر على اللسان مثله فان السنة الناس فيه مختلفة وقل من يحسنه فمنهم من يخرجه ظاء ومنهم من يمزجه بالدال المهملة ومنهم من يجعله لاما مفخمة ومنهم من يشمه الزاي وكل ذلك لا يجوز انتهى۔

ترجمہ:۔ اور حرف ضاد تنہا اور اکیلا ہے صفت استطالہ میں اور زبان پر کوئی حرف مثل اس کے دشوار نہیں ہے پس لوگوں کی زبانیں اس کی ادائیگی میں مختلف ہیں۔ اور ایسے لوگ کم ہیں جو اس کو اچھی طرح ادا کرتے ہوں بعض لوگ ایسے ہیں جو ضاد کی جگہ ظ نکالتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو ممزوج بدال مہملہ نکالتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو اس کو لام مفخمہ بنا دیتے ہیں۔ اور بعض ایسے ہیں جو اس میں ز کا خلط کر دیتے ہیں اور یہ سب ناجائز ہیں۔ اور علامہ محمد مکی اپنی کتاب رعایہ باب الضاد ص۴۵ تا ۴۶ مطبوعۂ محبوب المطابع دہلی میں فرماتے ہیں الضاد تخرج من مخرج الرابع من مخارج الفم تخرج من اول حافة اللسان وما يليه من الاضراس وهو حرف

قوی لانها مجهور مطبق من حروف الاستعلاء وفیه استطالۃ ولہ صفات قد تقدم ذکرها والضاد یشبه لفظها بلفظ الظاء لانها من حروف الاطباق ومن حروف المستعلیۃ ومن الحروف المجهورۃ ولولا اختلاف المخرجین وما فی الضاد من الاستطالۃ لکان لفظها واحدا ولم یختلفا فی السمع فیجب علی القاری ان یتلفظ بالضاد واذا کان بعدها الف بالتفخیم البین کما یلفظ بها اذا یحکی الحروف فیقول صاد ضاد ولابد له من التحفظ بلفظ الضاد حیث وقعت فهو امر یقصر فیه اکثر من رایت من القراء والائمۃ لصعوبته علی من لم یدربه فلابد للقاری المجود ان یلفظ بالضاد المعجمۃ المفخمۃ مستعلیۃ مطبقۃ مستطیلۃ فیظهر صوت خروج الریح عند ضغط حافۃ اللسان لما یلیه من الاضراس عند اللفظ بها ومتی فرط فی ذالك اتی بلفظ الظاء وبلفظ الذال فیکون مبدلاً ومغیرۃ فالضاد اصعب الحروف تکلفاً فی المخرج واشدها صعوبۃ علی اللافظ فمتی لم یتکلف القاری اخراجها علی حقها اتی بغیر لفظها واخل بقراته ومن تکلف ذلك وتماری علیه صارله التجوید بلفظها عادۃ وطبعا وسجیۃ انتهی۔ ترجمہ:۔ منہ کے مخارج میں چوتھے مخرج یعنی شروع کنارہ زبان اور داڑھوں کی جڑ سے ضاد نکلتا ہے اور وہ قوی حرف ہے کیونکہ وہ مستعلیہ مجہورہ مطبقہ ہے اور اس میں صفت استطالت ہے اور اس کی کچھ صفات پہلے بیان ہو چکی ہیں۔ اور ضاد کا تلفظ ظ کے تلفظ سے مشابہ ہے اس لئے کہ ظ مطبقہ مستعلیہ مجہورہ میں سے ہے اگر ضاد اور ظ میں اختلاف مخرج نہ ہوتا اور ض میں صفت استطالت نہ ہوتی تو دونوں کا ایک تلفظ ہوتا اور سماعت میں مختلف نہ ہوتے پس قاری پر ضروری ہے کہ جب ضاد کے بعد الف آجائے تو ضاد کا تلفظ صاف تفخیم کے ساتھ کرے جیسا کہ مفرد حروف کو ادا کرتا ہے پس کہے صاد ضاد اور قاری کے لئے ضروری ہے کہ جہاں کہیں ضاد آجائے اس کی ادائیگی میں احتیاط سے کام لے۔ پس یہ ایک ایسا مرحلہ ہے کہ میں نے اکثر قراء اور ائمہ کو اس میں کوتاہی کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کی اس دشواری کی وجہ سے خصوصاً اس شخص کے لئے جو اسکی مہارت بھی نہیں رکھتا ہے پس قاری مجوّد کے لئے یہ ضروری ہے کہ ضاد معجمہ کو تفخیم اور استعلاء اور اطباق اور استطالت کے ساتھ ادا کرے ایسی ادائیگی کے وقت جبکہ کنارۂ زبان داڑھوں سے لگے گا تو ایک آواز لطیف ظاہر ہو گی اور جب اس میں تفریط کرے گا تو ضاد کا تلفظ ظ یا ذ سے بدل جائے گا۔ پس ضاد مخرج کی اہمیت کی وجہ سے مشکل ترین حرفوں میں سے ہے اور ادا کرنے والے کے لئے باعتبار دشواری کے سخت ترین ہے پس اگر قاری اس کی ادائیگی میں کما حقہٗ اہتمام نہ کرے گا تو اس کے خلاف تلفظ کرے گا۔ اور اپنی قراءۃ میں خلل انداز ہو گا اور جو شخص اس کو اہتمام کے ساتھ ادا کرے گا اور کچھ عرصہ تک اس کی مواظبت رکھے گا تو اس کے لئے ضاد کی تجوید آسان اور جبلی ہو جائے گی۔ انتہی۔

اور قول المفید فی علم التجوید مطبوعہ مصر صفحہ ۱۷ تا ۲۷ میں ہے۔

قال ابن الجزری فی التمہید اعلم ان ھذا الحرف لیس فی الحروف حرف یعسر علی اللسان غیرہ فان السنة الناس فیہ مختلفة وقل من یحسنہ فمنھم من یخرجہ ظاء معجمة لانہ یشارک الظاء فی صفاتہا کلہا الا الاستطالة فلولا الاستطالة واختلاف المخرجین لکانت ظاء وھم اکثر الشامیین و بعض اھل المشرق وھذا لا یجوز فی کلام اللہ تعالیٰ لمخالفتہ المعنی الذی اراد اللہ تعالیٰ اذ اقرأ فی الضالین الظالین بالظاء المعجمة لکان معناہ الدائمین وھذا خلاف مراد اللہ تعالیٰ وھو مبطل للصلوة لان الضلال بالضاد ھو ضد الھدی کقولہ ضل من تدعون الا ایاہ و لا الضالین ونحوہ والظلال بالظاء ھو صیرورة کقولہ ظل وجھہ مسودًا وشبھہ فمثال الذی یجعل الضاد ظاء فی ھذا شبہ کالذی یبدل سین صادا فی نحو قولہ واسروا النجوی اویبدل الصاد سینا فی نحو قولہ واصرّوا واستکبروا فالاول من السر والثانی من الاصرار وقد حکی ابن جنی فی کتابہ التنبیہ وغیرہ ان من العرب من یجعل الضاد ظاء مطلقا فی جمیع کلامھم وھذا غریب وفیہ توسع للعامة ومنھم من لا یوصلھا الی مخرجھا بل یخرجھا دونہ ممزوجة بالطاء المھملة لا یقدرون علی غیر ذلک وھم اکثر المصریین وبعض اھل المغرب ومنھم من یجعلھا لاما مفخمة ومنھم من یخرجھا لاما مفخمة وھم الزیالع ومن ضاھاھم لان اللام مشارکة لھا فی المخرج لا فی الصفات فھی بعکس الظاء لان الظاء تشارک الضاد فی الصفات لا فی المخرج انتھی۔ ابن جزری نے تمہید میں کہا ہے کہ جاننا چاہیئے کہ کوئی حرف حروف میں سے زبان پر مشکل اور دشوار نہیں سوائے ضاد کے پس لوگوں کی زبانیں اس میں مختلف ہیں اور کم ایسے لوگ ہیں جو اس کو عمدہ اور اچھا ادا کرتے ہیں پس بعض لوگ ان میں سے ایسے ہیں جو بجائے ضاد کے ظاء نکالتے ہیں۔ اس لئے کہ ضاد جمیع صفات میں ظا کا شریک ہے سوائے استطالت کے اگر استطالت نہ ہوتی اور دونوں کے مخرج میں اختلاف نہ ہوتا تو ضاد ظا ہوتا۔ اور وہ لوگ ملک شام کے باشندے اور بعض اہل مشرق ہیں اور یہ اللہ کے کلام میں جائز نہیں ہے بسبب مخالفت اس معنی کے جس کا ارادہ اللہ تعالےٰ نے کیا ہے اگر ہم ضالین کی جگہ ظالین یعنی ظاء معجمہ پڑھیں تو اس کے معنی دائمین یعنی ہمیشہ رہنے والے اور وہ نماز کو باطل کرنے والا ہے اس لئے کہ ضلال (گمراہی) ہدایت کی ضد ہے مثل قول اللہ تعالےٰ ضل من تدعون الا ایاہ و لا الضالین وغیرہ کے اور ظلال ظا کے ساتھ۔ اس کے معنی صیرورة یعنی ہو جانا کے ہیں۔ مثل اللہ تعالےٰ کے قول ظل وجھہ مسودًا اور اس کے مشابہ ہیں جو شخص کہ اس جگہ اور اس کے مثل میں ضاد کو ظاہر کر دیتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو سین کو صاد سے بدل دیتا ہے۔ واسروا النجوی میں یا صاد کو سین سے بدلتا ہے واصروا واستکبروا وغیرہ کے موقع میں پس پہلا سر سے اور دوسرا اصرار سے ہے اور ابن جنی نے اپنی کتاب التنبیہ میں بیان کیا ہے کہ بعض عرب لوگ ایسے بھی ہیں جو اپنی تمام بات چیت میں ضاد کی جگہ ظاء بولتے ہیں اور یہ

ایک نادر اور عجیب بات ہے اور اس تغیر ضاد بالظاء میں عوام کے لئے وسعت اور گنجائش ہے اور بعض لوگ ان میں سے ایسے ہیں جو ضاد کو اس کے پورے مخرج تک نہیں پہنچاتے بلکہ کچھ کمی کے ساتھ طائے مہملہ کے خلط کے ساتھ نکالتے ہیں جو اس کے خلاف نکالنے پر قدرت نہیں رکھتے اور وہ اکثر مصری ہیں اور بعض اہل مغرب اور بعض لوگ ضاد کو دال مفخم کر دیتے ہیں اور بعض لوگ لام مفخمہ ادا کرتے ہیں اور وہ زبالعہ ہیں یعنی وہ لوگ جو حبشہ کی طرف رہنے والے ہیں (کذا فی القاموس) اور وہ جو ان کے مثل ہیں اس لئے کہ لام ضاد کا شریک ہے مخرج میں (علی قول غیر الفراء) صفات میں شریک نہیں۔ بخلاف ظاء کے کہ ظاء ضاد کے صفات میں شریک ہے مخرج میں شریک نہیں۔ مذکورۂ بالا عبارتوں سے ائمہ تجوید و قراء کا مسلک ظاہر اور انتہائی واضح ہونے کے بعد چند باتیں معلوم ہوئیں اوّل ضاد کا ظاء سے بوجہ اشتراک اکثر صفات ذاتیہ بمقابلہ ذال زاء منقوطہ اور دال مہملہ کے زیادہ مشابہ ہونا۔ دوم ضاد کا اداء مشکل اور دشوار ہونا۔ سوم بعض جگہ بجائے ضاد کے ظاء پڑھنے سے معنی میں تغیر ہو جانا۔ چہارم عوام کے لئے بوجہ دشواری تلفظ ضاد کی جگہ ظاء پڑھنے کی وسعت اور گنجائش۔ پنجم ضاد کے صحیح تلفظ کا آسان طریقہ۔ ششم قاری ماہر کے لئے بجائے ضاد کے بقیہ حروف مشتبہ الصوت کا عدم جواز اب اس کے بعد فقہاء و علمائے امت نے جو کچھ اس مسئلہ میں فیصلہ کیا ہے۔

فتح القدیر للعلامۃ الکمال ابن الہمام الحنفی المتوفی سنہ ۸۶۱ھ شرح الہدایۃ مطبوعہ مصر ج ۱ صفحہ ۱۸۱ واما الحروف فاذا وضع حرفا مکان غیرہ فاما خطاء واما عجزا فالاصول ان لم یغیر المعنے و مثلہ فی القرآن نحو ان المسلمون لا تفسد و ان لم یغیر ولیس مثلہ فی القرآن نحو قیامین بالقسط والتیابین والحی القیام عندھما لا تفسد وعند ابی یوسف تفسد ان لم یکن مثلہ فی القرآن فلو قرا الشعیر بشین معجمۃ فسدت اتفاقاً فالعبرۃ فی عدم الفساد عدم تغیرا لمعنے ای عند الطرفین وعند ابی یوسف وجود المثل فی القرآن فلا یعتبر علے ھذا ما ذکرا بو منصور العراقی من عسر الفصل بین الحرفین وعدمہ فی عدم الفساد و لا ثبوتہ ولا قرب المخرج وعدمہ کما قال ابن مقاتل ای محمد بن مقاتل الرازی وھو من اصحاب الامام محمد بن الحسن الشیبانی۔ (انتھی)

ترجمہ:۔ اور بہر حال حروف اگر ایک حرف کی جگہ کوئی دوسرا حرف پڑھا تو دو حال سے خالی نہیں یا ایسا کرنا غلطی اور سہواً ہو یا بمجبوری مثل عدم قدرت بر تلفظ صحیح وغیرہ پس اس میں اصل یہ ہے کہ اگر معنی نہ بدلے ہوں اور اس کا مثل قرآن مجید میں موجود ہے جیسے ان المسلمون تو سب کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ اور اگر معنی نہیں بدلے لیکن اس کا مثل قرآن میں موجود نہیں ہے تو امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی لیکن امام ابو یوسفؒ کے نزدیک فاسد ہو گی پس اگر اصحاب السعیر کی جگہ اصحاب الشعیر شین معجمہ

کے ساتھ پڑھا تو سب کے نزدیک فاسد ہو گی۔ کیونکہ معنی بھی بدل گئے۔ اور اس کا مثل بھی قرآن میں نہیں ہے پس طرفین یعنی امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک عدم فساد نماز میں عدم تغیر معنی کا اعتبار کیا گیا ہے خواہ اس کا مثل قرآن میں ہو یا نہ ہو۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک عدم تغیر معنی کے ساتھ وجود مثل فی القرآن کا بھی عدم فساد نماز میں اعتبار کیا گیا ہے پس اسی قاعدہ کلیہ کی بنا پر جو کچھ ذکر کیا ہے۔ ابو منصور عراقی نے یعنی عسر الفصل بین الحرفین اور اس کے عدم سے نماز کے فساد و عدم فساد کے متعلق اس کا اعتبار نہیں کیا گیا۔ اور نہ اس کے ثبوت کا نہ اس کے قرب مخرج اور بعد مخرج کا جیسا کہ کہا ابن مقاتل نے جو کہ امام محمد بن الحسن الشیبانی کے اصحاب سے ہیں۔

فتاوے قاضی خاں معروف بہ خانیہ بہ ہامش فتاویٰ ہندیہ معروف بہ عالمگیری مطبوعہ مصر ص ۱۳۰ ج ۱ وان ذکرنا حرفاً مکان حرف وغیر المعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصالحات تفسد عند الکل وان لم یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقة کالظاء مع الضاد والصاد مع السین والطاء مع التاء اختلف المشائخ فیہ قال اکثرھم لا تفسد صلوتہ۔ انتہی۔

ترجمہ: اگر ایک حرف کی جگہ کوئی دوسرا حرف پڑھا جس سے معنی بدل گئے پس اگر ان دو حرفوں میں فرق اور امتیاز بغیر مشقت کے آسانی سے ممکن ہو جیسے طاء اور صاد کا فرق مثلاً الصالحات کی جگہ الطالحات پڑھا جاوے تو نماز سب کے نزدیک فاسد ہو گی (کیونکہ ان میں امتیاز آسان ہے) اور اگر دو حرفوں میں فصل کرنا بغیر مشقت کے ممکن نہ ہو جیسے ظاء ضاد کا فرق اور صاد سین کا اور طاء اور تاء کا فرق تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے، اکثر نے کہا ہے کہ نماز فاسد نہ ہو گی اور فتاویٰ خانیہ ص ۱۳۲ ج ۱ میں ہے۔

او الذالین بالذال او الظاء قیل لا تفسد لعموم البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف وکثیر من المشائخ کالامام الصفار و محمد بن سلمہ افتوابہ۔ انتہی بالذالین ذال یا ظاء کے ساتھ پڑھا گیا تو کہا گیا ہے کہ نماز فاسد نہ ہو گی بسبب ابتلائے عام کے کیونکہ عوام مخارج حروف کو نہیں جانتے اور اکثر مشائخ نے مثلاً امام صفار اور محمد بن سلمہ نے اسی پر فتویٰ دیا اور خلاصۃ الفتاویٰ المعروف بہ خلاصہ للامام المجتہد فی المسائل طاہر بن احمد البخاری الحنفی المتوفی ۵۴۲ھ میں ہے۔

ولو قرأ الضالین بالظاء او الذال او الزاء لا تفسد انتہی اگر الظالین ظا یا ذال سے پڑھا یا زاء تو نماز فاسد نہ ہو گی۔

خلاصہ: ائمہ تجوید اور علماء فقہا کے اقوال مذکورۂ بالا سے صراحتاً اور بطور استنباط کے یہ فیصلہ ہو گیا کہ قاری ماہر ضاد کے صحیح تلفظ کرنے کا ضرور مکلّف ہے اور ضاد کے صحیح تلفظ میں ظاء کی مشابہت ہو گی اور

عوام مخارج حروف وغیرہ سے واقف نہیں ہوتے لیکن چونکہ ضاد اور ظاء میں امتیاز کرنا مشقت کے درجہ میں ہے۔ اس لئے عموم بلوے کے لحاظ سے بجائے ضاد کے ظاء پڑھنے سے اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ یہی مذہب اور مسلک معتدل اور پسندیدہ ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ واللہ اعلم۔

ضاد کا دال مہملہ سے فصل اور امتیاز چونکہ آسان ہے اور مشقت کے درجہ میں نہیں ہے اس لئے ضاد کی جگہ دال مہملہ مرققہ یا مفخمہ پڑھنے سے چونکہ فتاویٰ خانیہ میں۔

ولو قرأ الذالين بالدال تفسد صلوٰته، کا جزئیہ صراحتاً موجود ہے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوگی۔

اب اس کے آخر میں استفتاء قراء حرمین بھی جو اعلام العباد مطبوعہ اصح المطابع آسی پریس لکھنؤ ۱۹۳۴ء ملاحظہ ہو وھو ھذا۔

استفتاء من علماء الحرمین الشریفین

ما قول العلماء والقراء فی اداء الضاد المعجمة القرآنیة هل هی شبیهة فی الصوت والسمع باحدٍ من الظاء المعجمة والدال المهملة والغین المعجمة ام لا ؟

فان الناس فی دیارنا تفرقوا فی قرأتها علی ثلاثة فرقٍ احدها ینطق بها بصوتٍ یکون کصوت الدال المهملة فی السمع فیقولون غیر المغدوب او نحوه مکان غیر المغضوب وثانیها یقرئها بحیث یسمع الغین والدال کلاهما فی ادائها فیقولون ولغدّ الّین او شبهه مکان ولا الضالین۔

وثالثها یتلفظ بها بصوت یکون شبیها بصوتٍ الظاء المعجمة الصحیحة فی السمع فقراءة ای فرقةٍ من الفرق الثلثة المذکورة موافقة للحق والصواب بینوا حق اداء الضاد الفصیحة بالتفصیل لعل الله یرفع الخلاف ببیانکم۔

الجواب من شیخ القراء بالمدینة المنورة

بسم الله الرحمٰن الرحیم۔ الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام علی من لا نبی بعده۔ اما بعد فان المومن اذا قال صدق واذا قیل له صدق واختلاف اهل الفضل بغیر دلیل قطعی من کتب المحققین

زیغٌ و باطل والجدال بغیر حق عاقبتہٗ الحسرۃ والندامۃ فاقول وانا الفقیر الی رحمۃ ربہ القدیر حسن بن ابراھیم المدرس بالحرم النبوی ان نہایۃ القول فی الضاد ھو انہا اقرب الی الظاء فقط کما فی الرعایۃ وجھد المقل وغیرھما فقراءۃ الفرقۃ الثالثۃ المذکورۃ فی الاستفتاء صحیحۃ و اما کون الضاد شبیھۃ بالدال او الغین فما سمعنا بہ قط ولا وجد فی کتاب فمن صلّے خلف امام یعتقد ذالک فصلوتہما باطلۃ واللہ علے ما نقول وکیل کتبہ بیدہ وقرأ بلسانہ حسن بن ابراھیم المدرس بالحرم النبوی بالمدینۃ المنورۃ

راجی عفو ربہ القادر
حسن بن ابراھیم الشاعر

الجواب من علماء مکۃ المکرّمۃ

قل ان الھدی ھدی اللہ - یھدی من یشاء الی صراط مستقیم وما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ فنقول ان الذی استقر علیہ رأی جمیع اھل الاداء فی کتبھم ان الضاد والظاء اتفقتا فی الاستعلاء والاطباق والتفخیم والجھر والرخاوۃ واختلفتا فی المخرج وانفردت الضاد بالاستطالۃ فاذا اعطیت للضاد حقہا من مخرجہا وصفاتہا فقد اتیت بالصواب الذی لا محید عنہ عند علماء القراءۃ المتقنین وحینئذٍ یکون بہا اثر شبہ الظاء فی التلفظ کما فی نہایۃ القول المفید وغیرھا واما کون الضاد قریبۃ من الدال او الغین فی التلفظ فبعید عن الحق واللہ اعلم۔

کتبہ احمد حامد عبد الرزاق احد القراء
بمدرسۃ الفلاح بمکۃ المکرمۃ
۲۵ ذی القعدۃ سنہ ۱۳۵۱ھ

مدرسۃ الفلاح
اسست سنہ ۱۳۳۰ ھجریۃ
بمکۃ المکرمۃ

المعاون الاول مدرسۃ الفلاح	احد القراء مدرسۃ الفلاح	مدیر مدرسۃ الفلاح
ابوبکر بن احمد الحبیشی	حامد احمد	المرکشی محمد طیب
مدرس بمدرسۃ الفلاح	مدرس بمدرسۃ الفلاح	مدرس بمدرسۃ الفلاح
واللہ اعلم		

فصل سجدہ تلاوت کے بیان میں

مذہب احناف میں بلا اختلاف کسی امام از ائمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم ابو حنیفہؒ وامام ابو یوسفؒ وامام محمدؒ رحمہم اللہ تعالے۔ قرآن مجید میں سجدۂ تلاوت چودہ ہیں جو چودہ سورتوں میں ہیں ان میں سے ہر ایک مقام کی آیات متعینۂ مخصوصہ کی تلاوت اور سماعت سے سجدہ واجب ہو جاتا ہے اور یہ کل سجدے واجب ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے اذا قرا ابن اٰدم السجدۃ اعتزل الشیطن یبکی یقول یا ویلاہ امر ابن آدم بالسجود فسجد فلہ الجنۃ وامرت بالسجود فابیت فلی النار اخرجہ مسلم وغیرہ فی الایمان ویؤیدہ ای الوجوب فی ذم الکفار واذا قرئ علیھم القراٰن لا یسجدون۔ لہٰذا ان سجدوں میں کسی مقام کا سجدہ چھوٹ گیا اور عمر بھر ادا نہ کیا تو تارک سجدہ گنہگار ہو گا۔ لیکن بعض خاص حالتوں میں سجدہ تلاوت نہ تو تالی پر واجب ہوتا ہے اور نہ سامع پر۔ مگر ان میں سے بعض صورتوں میں شیخینؒ امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک واجب نہیں ہوتا ہے لیکن امام محمد کے نزدیک تالی اور سامع دونوں پر واجب ہو جاتا ہے ان چودہ سجدوں میں سے پہلا[۱] سجدہ سورۂ اعراف کی اخیر آیۃ ان الذین عند ربک تا ختم آیۃ یسجدون پر ہے۔ دُوسرا[۲] سجدہ سورہ رعد میں وللہ یسجد من فی السمٰوٰت تا ختم آیۃ والاصال پر ہے۔ تیسرا[۳] سورۂ نحل میں وللہ یسجد ما فی السمٰوات سے دُوسری آیت یخافون ربھم کے ختم ویفعلون ما یؤمرون پر ہے۔ چوتھا[۴] سورۂ بنی اسرائیل میں یخرون للاذقان سجداً تا ویزیدھم خشوعا۔ پانچواں[۵] سورۂ مریم میں خروا سجداً وبکیا پر چھٹا[۶] سورۂ حج میں الم تر ان اللہ یسجد سے آیۃ کے ختم ما یشاء پر مطابق مذہب امام ابو حنیفہؒ۔ لیکن امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک سورۂ حج کے آخر میں یعنی یا ایھا الذین اٰمنوا ارکعوا تا ختم آیۃ تفلحون پر بھی سجدہ ہے اس لئے حنفی کو بھی احتیاطاً اس جگہ سجدہ کر لینا چاہیئے۔ کذا فی عمدۃ الرعایۃ مولٰنا عبد الحی۔ ساتواں[۷] سجدہ سورۂ فرقان میں واذا قیل لھم اسجدوا آیۃ کے ختم تک۔ آٹھواں[۸] سورۂ نمل میں اللہ لا الٰہ الا ھو رب العرش العظیم پر بشرطیکہ الا یسجدوا میں الا کو مشدّد پڑھا جائے جیسا کہ اکثر قرأت ہے اور اگر الا کو مشدّد نہ پڑھا جائے تو پھر کسائی کی قرأت کے موافق ویعلم ما تخفون وما تعلنون پر ہے نواں[۹] سورۂ الم السجدۃ میں انما یؤمن بایٰتنا الذین تا ختم آیۃ۔ دسواں[۱۰] سورۂ ص تا وحسن ماٰب۔ گیارھواں[۱۱] سورۂ النجم میں واعبدوا پر۔ بارھواں[۱۲] سورۂ حٰم سجدہ میں لا یسئمون تک مطابق مذہب ابو حنیفہؒ اور امام شافعی کے نزدیک اس سے پہلی آیۃ ان کنتم ایاہ تعبدون پر۔ تیرھواں[۱۳] سورۂ انشقاق میں اذا قرئ علیھم القراٰن لا یسجدون پر چودھواں[۱۴] سورۂ علق میں واسجد واقترب پر۔

سجدۂ تلاوت کے متعلق فقہی مسائل

سجدہ کی آیات پڑھنے یا سننے سے سجدۂ تلاوت واجب ہو جاتا ہے خواہ سننے کے قصد سے بیٹھے یا بغیر قصد سُنے۔ اس لئے چاہیئے کہ آہستہ پڑھے تاکہ سننے والے پر واجب نہ ہو۔ آیتہ سجدہ تلاوت کی خواہ پوری آیت یا صرف اس لفظ کی جس میں سجدہ ہے۔ اور اس کے ساتھ قبل یا بعد کا کوئی لفظ ملائے اور خواہ آیتہ سجدہ کی بعینہٖ تلاوت کی جائے یا اس کا ترجمہ کسی اور زبان میں اور خواہ تلاوت کرنے والا خواہ اپنی تلاوت کو سُنے یا نہ سُنے مثلاً کوئی بہرا تلاوت کرے تو پڑھنے والے پر ان سب صورتوں میں سجدہ واجب ہوگا (شامی) بشرطیکہ تالی بحالت نماز کسی دُوسرے کا مقتدی نہ ہو۔ ہدایہ ص ۱۴۲ ج ۱

آیتہ سجدہ تلاوت کرنے والا اگر انسان ہے تب سامع پر سجدہ واجب ہوگا خواہ پوری آیتہ سُنے یا صرف لفظ سجدہ سے ایک لفظ ماقبل یا مابعد۔ اور خواہ عربی زبان میں سُنے یا کسی اور زبان میں اور سامع خواہ جانتا ہو کہ یہ آیتہ سجدہ ہے یا نہ جانتا ہو۔ لیکن نہ جاننے کی صورت میں ادائے سجدہ میں جو تاخیر ہوگی اس میں وہ معذور سمجھا جائیگا کسی جانور مثل طوطے وغیرہ سے آیتہ سجدہ سُنے تو سجدہ واجب نہ ہوگا اور یہی صحیح ہے سجدۂ تلاوت انہیں لوگوں پر واجب ہے جن پہ نماز واجب ہے۔ اداءً یا قضاءً حیض و نفاس والی عورت پر اور نابالغ پر اُس مجنون پر واجب نہیں جس کی مدت جنون ایک دن رات سے زیادہ ہو خواہ اُس کے بعد جنون زائل ہو یا نہ ہو۔ اگر جنون ایک دن رات کامل رہا ہو یا کچھ کم تو پھر سجدہ واجب ہے خواہ وہ تالی ہو یا سامع اسی طرح سجدۂ تلاوت واجب ہے مست اور جنبی پر بھی آیتہ سجدہ کی تلاوت یا سماعت کے وقت اگر وضو نہ ہو تو پھر جس وقت وضو ہو سجدہ ادا کر لیا جائے تاخیر مکروہ ہے۔

نماز کی حالت میں اگر آیتہ سجدۂ تلاوت کی تو اُسی وقت سجدہ میں جائے پھر باقی قرأۃ پڑھ کر رکوع کرے۔ اگر فوراً سجدہ نہ کیا بلکہ آیتہ سجدہ کے بعد اور دو تین آیتیں پڑھ کر سجدہ کیا تو بھی درست ہے لیکن تاخیر نہ کرنا بہتر ہے۔

نماز میں آیت سجدہ تلاوت کی اور خارج نماز سجدہ کیا تو ادا نہ ہوگا۔ اگر آیت سجدہ پڑھتے ہی فوراً رکوع کر دیا اور رکوع میں سجدہ تلاوت کی نیت کر لی جب بھی سجدہ ادا ہو جائے گا۔ لیکن اگر نماز با جماعت کی حالت میں ہو تو امام اور مقتدی میں سے ہر ایک کو مستقلاً نیت ادائے سجدۂ تلاوت رکوع میں کرنا پڑے گی پس بحالت مذکورہ امام کو چاہیئے کہ مقتدیوں کو نماز شروع کرنے سے پہلے اطلاع دے دے۔ مگر بہتر اور افضل با جماع یہی ہے کہ سجدۂ تلاوت بہیئت سجدہ نماز ہی ادا کیا جائے۔ ورنہ اس طریقہ سجدہ فی الرکوع کے قرار اور

زیادہ رواج سے اصل طریقۂ سجدہ فی ہیئتِ نماز کے مفقود اور متروک ہو جانے کا احتمال ہے۔

نماز پڑھنے میں کسی سے آیتہ سجدہ سُنی خواہ وہ نماز میں ہو یا نہ ہو تو سجدہ خارج نماز ادا کرے اگر نماز ہی میں ادا کر لیا تو ادا نہ ہو گا۔ اور گنہگار ہو گا۔

ایک جگہ بیٹھ کر کئی بار ایک ہی آیتہ سجدہ پڑھی تو ایک ہی سجدہ واجب ہو گا اور اگر کئی مختلف آیات سجدہ پڑھیں تو جتنی آیات سجدہ پڑھیں اتنے ہی سجدے واجب ہوں گے۔

اگر آیت سجدہ متعدد بار تلاوت کی اور ہر بار جگہ بدلتا رہا تو جتنی جگہ بدلی ہیں اتنے سجدے واجب ہوں گے۔

حاصل یہ ہے کہ آیت سجدہ پڑھنے یا سُننے سے خواہ کسی حالت میں ہو سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے۔

اگر عمر بھر میں کبھی نہ ادا کیا تو گنہگار ہو گا۔ علاوہ ان چند صورتوں کے جن سے سجدہ تلاوت واجب ہو جاتا ہے تفصیل کے لئے کتب فقہ میں دیکھیں یہاں مختصر طور پر بیان کیا گیا ہے واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

تمت الحواشی

عمدہ کتابیں
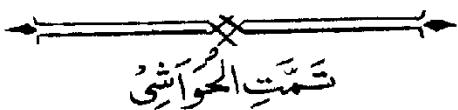
مقدمۃ الجزری معہ تحفۃ الاطفال آف سیٹ پر نہایت عمدہ طباعت، بہترین کتابت اور دیدہ زیب سفید کاغذ پر چھاپی گئی ہے آخر میں ترتیب وار اشعار کا ترجمہ ہے۔ قیمت ۳/۰۰

تیسیر التجوید محشّٰی تالیف ماہر فن حضرت مولانا قاری عبد الخالقؒ صاحب سہارنپوری۔ تجوید کے مسائل میں جامع اور مستند کتاب ہے، اور حاشیہ میں جابجا عمدہ تشریحات ہیں۔ قیمت ۳/۵۰

شرح شاطبیہ (اردو) از اظہار احمد تھانوی۔ غیر ضروری طوالت سے خالی، آسان اور عام فہم اردو میں ہر شعر کی مختصر تشریح ہے۔ طلباء کے لئے نہایت مفید ہے۔ ضخامت تقریباً سوا چار سو صفحات، قیمت ۱۰/۰۰

خلاصۃ التجوید:- تقریباً چالیس اسباق پر مشتمل، تجوید کی تمام چھوٹی اور بڑی کتابوں کا ماحصل و خلاصہ - آسان اور عام فہم عبارت میں گویا دریا کو کوزہ میں بند کیا گیا ہے، مستقل تجوید کے طلباء اور سکول کے بچوں، دونوں کیلئے یکساں مفید ہے، غرض کتاب کی قدر و قیمت اس کے مطالعہ سے ہی واضح ہو سکتی ہے (زیر طبع)

الجواہر النقیہ شرح اردو مقدمۃ الجزریہ - از اظہار احمد تھانوی۔ مقدمۃ الجزریہ کی مکمل اور مبسوط شرح مع ترجمہ و حل ترکیب و لغات قیمت -/۱۵

ملنے کا پتہ:- **اظہار احمد تھانوی مدرسہ تجوید القرآن - کوچہ کندیگراں لاہور**

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

إِقْرَءُوا الْقُرْأٰنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ

رواه مالك والنسائى عن حذيفہؓ

المقدمة الجزرية

معہ

تحفة الاطفال

الطبع والنشر

من العبد اظهار احمد التھانوی المدرس بتجوید القرآن

موتی بازار، لاہور ۸

المعروف به

للعلّامة الشيخ ابی الخير شمس الدّين مُحمّد بن مُحمّد بن مُحمّد الجزريّ الشّافعيّ المتوفّی ٨٣٣ھ

مع متن

للعلامة الشيخ سُليمان الجمزوری

وَقَدِ اهْتَمَّ بِطَبْعِهٖ وَبِتَرْجَمَتِهٖ

العبد اظهار احمد التهانوی غفرله

المدرس بمدرسة تجويد القرآن

الواقعة فی کوچه کندیگران، موتی بازار، ببلدة لاهور عاصمة باکستان الغربية

علامہ جزری رحمہ اللہ

شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد بن علی جزری، دمشق میں ۲۵ رمضان ۷۵۱ھ مطابق ۱۳۵۰ء کو پیدا ہوئے، پندرہ سولہ سال کی عمر میں حفظ قرآن کے علاوہ فقہ شافعی کی مش[هور کتاب] اَلتَّنْبِیْہ، قرارت میں اَلشَّاطِبِیَّہ اور اَلتَّیْسِیْر حفظ کیں۔ تقی الدین بغدادی، ابن الحسین حنفی اور شیخ ابن اللبان وغیرہ آپ کے اساتذہ ہیں، فقہ میں جمال الاسنوی، ابن رسلان اور ابوالبقاء سبکی وغیرہ سے استفادہ کیا حدیث میں ابن عبدالکریم حنبلی، بہاؤالدین امینی، ابن المحب مقدسی اور علامہ ابن کثیر وغیرھم آپ کے شیوخ ہیں۔ شیخ کبری زادہ فرماتے ہیں [سمع] الحدیث من جماعۃ۔ ایک لاکھ حدیث کے حافظ تھے۔ حدیث، فقہ اور قرارت تینوں میں مہارت پیدا کی۔ سخاوی فرماتے ہیں۔ اذن لہ غیر واحد بالافتاء والتدریس والاقراء۔ تقریباً چالیس [سال] دمشق، مکہ، مدینہ، قاہرہ اور اسکندریہ گھوم پھر کر علم قرارت میں استفادہ کیا، چنانچہ دمشق میں شیخ القراء کے منصب پر فائز ہوئے۔ اس زمانہ میں شام مملکت مصر کا ایک صوبہ تھا۔ شاہ مصر ملک [الظاہر] سیف الدین برقوق نے آپ کو الجامعۃ الصلاحیہ میں امور تعلیمی کا ناظم مقرر کیا، گورنر شام امیر التتش نے ۷۹۷ھ میں آپ کو شام کے عہدہ قضاء پر مامور کیا، لیکن امور قضا کے بعض اہم واقعات میں آپکو حکو[مت] سے اختلاف ہوا، حاسدوں کی ریشہ دوانیوں سے مرکزی حکومت نے سخت گیری اور ناروا سلوک کیا۔ مجبوراً آپ نے دمشق کو چھوڑ کر بروصا (روم) کی ہجرت اختیار کی۔ شاہ روم بایزید بن عثمان جس نے علامہ جزری [کی] شہرہ پہلے ہی سنا تھا، آپ سے بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا۔ اور بروصا میں مستقل قیام کی درخواست کی جس کو آپ نے منظور فرمایا۔ تدریس و تالیف کا فیض جاری ہوا، علوم کے قدردانوں بالخصوص علم قرارت کے [پر]وانوں نے آپ سے استفادہ کیا۔ ۸۰۵ھ میں امیر تیمور لنگ نے ترکی اور روم کی سلطنت پر زبردست حملہ کیا جس کے نتیجہ میں یہ سلطنت تباہ ہوگئی۔ سلطان بایزید نے تیمور کے ہاتھوں گرفتار ہو کر بے[بسی] کے عالم میں وفات پائی۔ امیر تیمور کو زر و جواہر کے علاوہ چیدہ چیدہ ماہرین علوم و فنون کو بھی اپنے دارالسلطنت سمرقند میں جمع کرنے کا شوق تھا، چنانچہ علامہ جزری اور دیگر چند منتخب علماء کو اس[نے] باعزت تمام اپنے ہمراہ چلنے پر مجبور کیا۔ شاہی لشکر کے ہمراہ ماوراء النہر کے بڑے بڑے علمی شہروں میں تشریف لے گئے دوران قیام بڑے بڑے مقامی علماء نے آپ سے استفادہ کو نعمت کبریٰ سمجھا۔ وجہ [یہ تھی] کہ آپ کی تصانیف پہلے ہی علماء کے ہاتھوں میں پہونچ چکی تھیں۔ تیمور کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔ وہ کہا کرتا تھا کہ یہ صاحب مکاشفہ ہیں جب چاہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ ۸۰۷ھ میں تیمور کا انتقال ہوگیا۔ آپ خراسان، ہرات، یزد اور اصفہان ہوتے ہوئے ۸۰۸ھ میں شیراز پہونچے۔ حاکم شیراز پیر محمد جو تیمور کا پوتا تھا۔ علامہ کا بے حد معتقد [تھا] اس نے آپ کو شیراز میں قیام پر مجبور کیا۔ اور قاضی القضاۃ مقرر کیا۔ ایک مدت بعد ۸۲۷ھ میں حج کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں سے قاہرہ پہونچے علماء اور طلباء نے دور دور سے حاضر ہو کر آ[پ] کی زیارت کی۔ قاہرہ میں سیکڑوں قراء اور علماء کا ہجوم تھا۔ بطور برکت کے سب نے آپ سے قرارت میں چند آیات سنیں اور اجازت حاصل کی۔ انہیں علماء میں شارح بخاری، حافظ ابن [حجر] بھی جو ابھی جوان تھے، موجود تھے، علاوہ ازیں مسند احمد اور مسند شافعی وغیرہ کا بھی درس دیا اور اجازت مرحمت فرمائی۔ شیراز واپس تشریف لائے ایک بہت بڑا مدرسہ دارالقرآن قائم فرمایا۔ واضح رہے کہ دمشق میں بھی ایک درسگاہ اسی نام سے آپ قائم فرما چکے تھے۔ نیز یاد رہے کہ بعض حضرات نے مدرسہ کا نام دارالقراء لکھا ہے۔ یہ ان کا وہم ہے۔

علم قرارت میں آپ کے دور سے لے کر آج تک کوئی آپ کا ہمسر نہیں ہوا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں۔ انتھت الیہ ریاسۃ علم القراءات فی الممالک، علامہ شوکانی فرماتے ہیں قد تفرد بعلم القراءات فی جمیع الدنیا، علامہ سیوطی فرماتے ہیں۔ لا نظیر لہ فی القرآءات فی الدنیا فی زمانہ حافظاً للحدیث، حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محل فرماتے ہیں " واز مجددین صدی ہشتم زین الدین عراقی و شمس الدین جزری و سراج الدین بلقینی "۔ علامہ نے مختلف [فنون] پر تقریباً پینتالیس کتابیں تصنیف کیں، جن میں سے اَلنَّشْر، تقریبُ النَّشْر، اَلدُّرَّۃ، منجد المقرئین، مقدمۃ الجزریہ، تحبیر التیسیر، طبقات القراء، التمہید، الطیبہ، اور حصن حصین، مشہور ہیں۔ ۸۲ سال کی عمر میں ۵ ربیع الاول ۸۳۳ھ مطابق ۱۴۲۹ء میں وفات پائی۔ اور مدرسہ دارالقرآن [میں] سپرد خاک ہوئے۔ سقی اللہ ثراہ رحمۃ

اظہار احمد تھانوی - ۱۵ رجب ۱۳۸۹ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَقُوْلُ رَاجِيْ عَفْوِ رَبٍّ سَامِعِ ١ مُحَمَّدُ بْنُ الْجَزَرِيِّ الشَّافِعِيْ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ صَلَّى اللّٰهُ ٢ عَلٰى نَبِيِّهٖ وَ مُصْطَفَاهُ

مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ ٣ وَمُقْرِئِ الْقُرْاٰنِ مَعْ مُحِبِّهٖ

وَبَعْدُ اِنَّ هٰذِهٖ مُقَدِّمَهْ ٤ فِيْمَا عَلٰى قَارِئِهٖ اَنْ يَّعْلَمَهْ

اِذْ وَاجِبٌ عَلَيْهِمُ مُحَتَّمٌ ٥ قَبْلَ الشُّرُوْعِ اَوَّلًا اَنْ يَّعْلَمُوْا

مَخَارِجَ الْحُرُوْفِ وَ الصِّفَاتِ ٦ لِيَلْفِظُوْا بِاَفْصَحِ اللُّغَاتِ

مُحَرِّرِي التَّجْوِيْدِ وَ الْمَوَاقِفِ ٧ وَمَا الَّذِيْ رُسِّمَ فِي الْمَصَاحِفِ

مِنْ كُلِّ مَقْطُوْعٍ وَّ مَوْصُوْلٍ بِهَا ٨ وَتَاءِ اُنْثٰى لَمْ تَكُنْ تُكْتَبْ بِهَا

بَابُ مَخَارِجِ الْحُرُوْفِ

مَخَارِجُ الْحُرُوْفِ سَبْعَةَ عَشَرْ ۹ عَلَى الَّذِیْ یَخْتَارُہٗ مَنِ اخْتَبَرْ

فَاَلِفُ الْجَوْفِ وَ اُخْتَاهَا وَهِیْ ۱۰ حُرُوْفُ مَدٍّ لِّلْهَوَآءِ تَنْتَهِیْ

ثُمَّ لِاَقْصَى الْحَلْقِ هَمْزٌ هَآءٌ ۱۱ ثُمَّ لِوَسْطِهٖ فَعَیْنٌ حَآءٌ

اَدْنَاہُ غَیْنٌ خَآءُهَا وَ الْقَافُ ۱۲ اَقْصَى اللِّسَانِ فَوْقُ ثُمَّ الْكَافُ

اَسْفَلُ وَالْوَسْطُ فَجِیْمُ الشِّیْنُ یَا ۱۳ وَالضَّادُ مِنْ حَافَتِهٖ اِذْ وَلِیَا

الْاَضْرَاسَ مِنْ اَیْسَرَ اَوْ یُمْنَاهَا ۱۴ وَاللَّامُ اَدْنَاهَا لِمُنْتَهَاهَا

وَالنُّوْنُ مِنْ طَرَفِهٖ تَحْتُ اجْعَلُوْا ۱۵ وَالرَّا یُدَانِیْهِ لِظَهْرٍ اَدْخَلُ

وَ الطَّآءُ وَ الدَّالُ وَ تَا مِنْهُ وَمِنْ ۱۶ عُلْیَا الثَّنَایَا وَ الصَّفِیْرُ مُسْتَكِنْ

مِنْهُ وَمِنْ فَوْقِ الثَّنَایَا السُّفْلٰى ۱۷ وَالظَّآءُ وَ الذَّالُ وَ ثَا لِلْعُلْیَا

مِنْ طَرَفَیْهِمَا وَمِنْ بَطْنِ الشَّفَهْ ۱۸ فَالْفَا مَعَ اَطْرَافِ الثَّنَایَا الْمُشْرِفَهْ

لِلشَّفَتَیْنِ الْوَاوُ بَآءٌ مِّیْمٌ ۱۹ وَغُنَّةٌ مَّخْرَجُهَا الْخَیْشُوْمُ

بَابُ الصِّفَاتِ

صِفَاتُهَا جَهْرٌ وَّ رِخْوٌ مُّسْتَفِلْ ۲۰ مُنْفَتِحٌ مُّصْمِتَةٌ وَّ الضِّدَّ قُلْ

مَهْمُوْسُهَا فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَكَتْ ۲۱ شَدِیْدُهَا لَفْظُ اَجِدْ قَطٍ بَكَتْ

وَبَيْنَ رِخْوٍ وَّالشَّدِيْدِ لِنْ عُمَرْ ۲۲ وَسَبْعُ عُلْوٍ خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ حَصَرْ

وَصَادُ ضَادُ طَآءُ ظَآءُ مُّطْبَقَهْ ۲۳ وَفِرَّ مِنْ لُّبِّ الْحُرُوْفُ الْمُذْلِقَهْ

صَفِيْرُهَا صَادٌ وَّ زَایٌ سِيْنٌ ۲۴ قَلْقَلَةٌ قُطْبُ جَدٍ وَّ اللِّيْنُ

وَاوٌ وَّ يَآءٌ سَكَنَا وَ انْفَتَحَا ۲۵ قَبْلَهُمَا وَ الْاِنْحِرَافُ صُحِّحَا

فِي اللَّامِ وَ الرَّا وَ بِتَكْرِيْرٍ جُعِلْ ۲۶ وَلِلتَّفَشِّي الشِّيْنُ ضَادًا اِسْتَطِلْ

بَابُ مَعْرِفَةِ التَّجْوِيْدِ

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَّازِمْ ۲۷ مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرَانَ اٰثِمْ

لِاَنَّهٗ بِهِ الْاِلٰهُ اَنْزَلَا ۲۸ وَهٰكَذَا مِنْهُ اِلَيْنَا وَصَلَا

وَهُوَ اَيْضًا حِلْيَةُ التِّلَاوَةِ ۲۹ وَ زِيْنَةُ الْاَدَآءِ وَ الْقِرَآءَةِ

وَهُوَ اِعْطَآءُ الْحُرُوْفِ حَقَّهَا ۳۰ مِنْ صِفَةٍ لَّهَا وَ مُسْتَحَقَّهَا

وَرَدُّ كُلِّ وَاحِدٍ لِاَصْلِهٖ ۳۱ وَاللَّفْظُ فِيْ نَظِيْرِهٖ كَمِثْلِهٖ

مُكَمَّلًا مِّنْ غَيْرِ مَا تَكَلُّفٖ ۳۲ بِاللُّطْفِ فِي النُّطْقِ بِلَا تَعَسُّفٖ

وَلَيْسَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَ تَرْكِهٖ ۳۳ اِلَّا رِيَاضَةُ امْرِیءٍ بِفَكِّهٖ

بَابُ اسْتِعْمَالِ الْحُرُوْفِ

فَرَقِّقَنْ مُّسْتَفِلًا مِّنْ اَحْرُفٖ ۳۴ وَحَاذِرَنْ تَفْخِيْمَ لَفْظِ الْاَلِفٖ

وَهَمْزَ الْحَمْدُ اَعُوْذُ اِهْدِنَا ٣٥ اَللّٰهَ ثُمَّ لَامَ لِلّٰهِ لَنَا

وَلْيَتَلَطَّفْ وَعَلَى اللّٰهِ وَلَا الضْ ٣٦ وَالْمِيْمَ مِنْ مَّخْمَصَةٍ وَّمِنْ مَّرَضْ

وَبَاءَ بَرْقٍ بَاطِلٍ بِهِمْ بِذِيْ ٣٧ وَاحْرِصْ عَلَى الشِّدَّةِ وَالْجَهْرِ الَّذِيْ

فِيْهَا وَفِي الْجِيْمِ كَحُبِّ الصَّبْرِ ٣٨ رَبْوَةٍ اجْتُثَّتْ وَحَجِّ الْفَجْرِ

وَبَيِّنَنْ مُّقَلْقَلاً اِنْ سَكَنَا ٣٩ وَاِنْ يَّكُنْ فِي الْوَقْفِ كَانَ اَبْيَنَا

وَحَاءَ حَصْحَصَ اَحَطْتُّ الْحَقُّ ٤٠ وَسِيْنَ مُسْتَقِيْمَ يَسْطُوْا يَسْقُوْا

بَابُ الرَّآءَاتِ

وَرَقِّقِ الرَّآءَ اِذَا مَا كُسِرَتْ ٤١ كَذَاكَ بَعْدَ الْكَسْرِ حَيْثُ سَكَنَتْ

اِنْ لَّمْ تَكُنْ مِّنْ قَبْلِ حَرْفِ اسْتِعْلَا ٤٢ اَوْ كَانَتِ الْكَسْرَةُ لَيْسَتْ اَصْلَا

وَالْخُلْفُ فِيْ فِرْقٍ لِّكَسْرٍ يُّوْجَدُ ٤٣ وَاَخْفِ تَكْرِيْرًا اِذَا تُشَدَّدُ

بَابُ اللَّامَاتِ

وَفَخِّمِ اللَّامَ مِنَ اسْمِ اللّٰهِ ٤٤ عَنْ فَتْحٍ اَوْ ضَمٍّ كَعَبْدُ اللّٰهِ

بَابُ الْاِسْتِعْلَآءِ وَالْاِطْبَاقِ

وَحَرْفَ الْاِسْتِعْلَآءِ فَخِّمْ وَاخْصُصَا ٤٥ الْاِطْبَاقَ اَقْوٰى نَحْوُ قَالَ وَالْعَصَا

وَبَيِّنِ الْاِطْبَاقَ مِنْ اَحَطْتُّ مَعْ ٤٦ بَسَطْتَّ وَالْخُلْفُ بِنَخْلُقْكُّمْ وَقَعْ

وَاحْرِصْ عَلَى السُّكُوْنِ فِيْ جَعَلْنَا ۴۷ اَنْعَمْتَ وَالْمَغْضُوْبِ مَعْ ضَلَلْنَا

وَخَلِّصِ انْفِتَاحَ مَحْذُوْرًا عَسٰى ۴۸ خَوْفَ اشْتِبَاهِهٖ بِمَحْظُوْرًا عَصٰى

وَرَاعِ شِدَّةً بِكَافٍ وَّبِتَا ۴۹ كَشِرْكِكُمْ وَتَتَوَفّٰى فِتْنَتَا

بَابُ الْاِدْغَامِ

وَاَوَّلَىْ مِثْلٍ وَّجِنْسٍ اِنْ سَكَنْ ۵۰ اَدْغِمْ كَقُلْ رَّبِّ وَبَلْ لَّا وَاَبِنْ

فِيْ يَوْمِ مَعْ قَالُوْا وَهُمْ وَقُلْ نَعَمْ ۵۱ سَبِّحْهُ لَا تُزِغْ قُلُوْبَ فَالْتَقَمْ

بَابٌ فِي الْفَرْقِ بَيْنَ الظَّآءِ وَالضَّادِ

وَالضَّادَ بِاسْتِطَالَةٍ وَّمَخْرَجِ ۵۲ مَيِّزْ مِنَ الظَّآءِ وَكُلُّهَا تَجِيْ

فِي الظَّعْنِ ظِلِّ الظُّهْرِ عُظْمِ الْحِفْظِ ۵۳ اَيْقِظْ وَاَنْظِرْ عَظْمِ ظَهْرِ اللَّفْظِ

ظَاهِرْ لَظٰى شُوَاظُ كَظْمٍ ظَلَمَا ۵۴ اُغْلُظْ ظَلَامِ ظُفُرٍ انْتَظِرْ ظَمَا

اَظْفَرَ ظَنًّا كَيْفَ جَا وَعْظٍ سِوٰى ۵۵ عِضِيْنَ ظَلَّ النَّحْلِ زُخْرُفٍ سَوَا

وَظَلْتَ ظَلْتُمْ وَبِرُوْمٍ ظَلُّوْا ۵۶ كَالْحِجْرِ ظَلَّتْ شُعَرَا نَظَلُّ

يَظْلَلْنَ مَحْظُوْرًا مَّعَ الْمُحْتَظِرِ ۵۷ وَكُنْتَ فَظًّا وَّجَمِيْعِ النَّظَرِ

اِلَّا بِوَيْلٍ هَلْ وَاُوْلٰى نَاضِرَهْ ۵۸ وَالْغَيْظِ لَا الرَّعْدِ وَهُوْدٍ قَاصِرَهْ

وَالْحَظِّ لَا الْحَضِّ عَلَى الطَّعَامِ ۵۹ وَفِيْ ضَنِيْنٍ الْخِلَافُ سَامِيْ

بَابُ التَّحذِيرَاتِ

وَاِنْ تلَاقَيَا الْبَيَانُ لَازِمٌ ٦٠ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ يَعَضُّ الظَّالِمُ
وَاضْطُرَّ مَعْ وَعَظْتَ مَعْ اَفَضْتُمْ ٦١ وَصَفِّ هَاجِبَا هُمْ هُمْ عَلَيْهِمْ

بَابٌ فِيْ اَحكَامِ النُّوْنِ وَالْمِيمِ الْمُشَدَّدَتَيْنِ

وَاَظْهِرِ الْغُنَّةَ مِنْ نُّوْنٍ وَّمِنْ ٦٢ مِيمٍ اِذَا مَا شُدِّدَا وَ اَخْفِيَنْ
اَلْمِيمَ اِنْ تَسْكُنْ بِغُنَّةٍ لَّدَا ٦٣ بَآءٍ عَلَى الْمُخْتَارِ مِنْ اَهْلِ الْاَدَا
وَاَظْهِرَنْهَا عِنْدَ بَاقِي الْاَحْرُفِ ٦٤ وَاحْذَرْ لَدٰى وَاوٍ وَّفَا اَنْ تَخْتَفِي

بَابٌ فِيْ اَحكَامِ النُّوْنِ السَّاكِنَةِ وَ التَّنوِيْنِ

وَحُكْمُ تَنْوِيْنٍ وَّ نُوْنٍ يُّلْفٰى ٦٥ اِظْهَارٌ ادْغَامٌ وَّ قَلْبٌ اِخْفَا
فَعِنْدَ حَرْفِ الْحَلْقِ اَظْهِرْ وَادَّغِمْ ٦٦ فِي اللَّامِ وَالرَّا لَا بِغُنَّةٍ لَّزِمْ
وَادْغِمَنْ بِغُنَّةٍ فِيْ يُوْمِنْ ٦٧ اِلَّا بِكِلْمَةٍ كَدُنْيَا عَنْوَنُوْا
وَالْقَلْبُ عِنْدَ الْبَا بِغُنَّةٍ كَذَا ٦٨ اِخْفَا لَدٰى بَاقِي الْحُرُوْفِ اُخِذَا

بَابُ الْمَدَّاتِ

وَالْمَدُّ لَازِمٌ وَّوَاجِبٌ اَتٰى ٦٩ وَجَآئِزٌ وَّهُوَ وَ قَصْرٌ ثَبَتَا
فَلَازِمٌ اِنْ جَآءَ بَعْدَ حَرْفِ مَدٍّ ٧٠ سَاكِنُ حَالَيْنِ وَبِالطُّوْلِ يُمَدُّ

وَوَاجِبٌ اِنْ جَآءَ قَبْلَ هَمْزَةٍ ۝ مُتَّصِلًا اِنْ جُمِعَا بِكِلْمَةٍ ۱

وَجَآئِزٌ اِذَا اَتٰی مُنْفَصِلًا ۝ اَوْ عَرَضَ السُّكُوْنُ وَقْفًا مُّسْجَلَا ۲

بَابُ مَعْرِفَةِ الْوُقُوْفِ

وَبَعْدَ تَجْوِيْدِكَ لِلْحُرُوْفِ ۝ لَا بُدَّ مِنْ مَّعْرِفَةِ الْوُقُوْفِ ۳

وَالِابْتِدَآءِ وَهِيَ تُقْسَمُ اِذَنْ ۝ ثَلَاثَةً تَامٌّ وَّ كَافٍ وَّحَسَنْ ۴

وَهِيَ لِمَا تَمَّ فَاِنْ لَّمْ يُوْجَدِ ۝ تَعَلُّقٌ اَوْ كَانَ مَعْنًى فَابْتَدِیْ ۵

فَالتَّامُ فَالْكَافِيْ وَلَفْظًا فَامْنَعَنْ ۝ اِلَّا رُءُوْسَ الْاٰيِ جَوِّزْ فَالْحَسَنْ ۶

وَغَيْرُ مَا تَمَّ قَبِيْحٌ وَّلَهٗ ۝ يُوْقَفُ مُضْطَرًّا وَّيُبْدَا قَبْلَهٗ ۷

وَلَيْسَ فِي الْقُرْاٰنِ مِنْ وَّقْفٍ وَّجَبْ ۝ وَلَا حَرَامٌ غَيْرُ مَا لَهٗ سَبَبْ ۸

بَابُ مَعْرِفَةِ الْمَقْطُوْعِ وَالْمَوْصُوْلِ

وَاعْرِفْ لِمَقْطُوْعٍ وَّ مَوْصُوْلٍ وَّتَا ۝ فِيْ مُصْحَفِ الْاِمَامِ فِيْمَا قَدْ اَتٰی ۹

فَاقْطَعْ بِعَشْرِ كَلِمَاتٍ اَنْ لَّا ۝ مَعْ مَلْجَاً وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ۸۰

وَتَعْبُدُوْا يٰسِيْنَ ثَانِيْ هُوْدَ لَا ۝ يُشْرِكْنَ تُشْرِكْ يَدْخُلَنْ تَعْلُوْا عَلٰی ۸۱

اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا لَآ اَقُوْلَ اِنْ مَّا ۝ بِالرَّعْدِ وَالْمَفْتُوْحَ صِلْ وَعَنْ مَّا ۸۲

نُهُوْا اقْطَعُوْا مِنْ مَّا بِرُوْمٍ وَّالنِّسَا ۝ خُلْفُ الْمُنَافِقِيْنَ اَمْ مَّنْ اَسَّسَا ۸۳

فُصِّلَتِ النِّسَا وَذِبْحٍ حَيْثُ مَا ۸۴ وَأَنْ لَّمِ الْمَفْتُوحَ كَسْرُ إِنَّ مَا

الْأَنْعَامِ وَالْمَفْتُوحَ يَدْعُوْنَ مَعَا ۸۵ وَخُلْفُ الْأَنْفَالِ وَنَحْلٍ وَّقَعَا

وَكُلِّ مَا سَأَلْتُمُوْهُ وَاخْتُلِفْ ۸۶ رُدُّوْا كَذَا قُلْ بِئْسَ مَا وَالْوَصْلُ صِفْ

خَلَفْتُمُوْنِي وَاشْتَرَوْا فِي مَا اقْطَعَا ۸۷ أُوْحِيَ أَفَضْتُمْ اشْتَهَتْ يَبْلُوْا مَعَا

ثَانِيْ فَعَلْنَ وَقَعَتْ رُوْمٍ كِلَا ۸۸ تَنْزِيْلِ شُعَرَا وَغَيْرَهَا صِلَا

فَأَيْنَمَا كَالنَّحْلِ صِلْ وَمُخْتَلِفْ ۸۹ فِي الشُّعَرَا الْأَحْزَابِ وَالنِّسَا وُصِفْ

وَصِلْ فَإِلَّمْ هُوْدَ أَلَّنْ نَّجْعَلَا ۹۰ نَجْمَعَ كَيْلَا تَحْزَنُوْا تَأْسَوْا عَلَى

حَجٌّ عَلَيْكَ حَرَجٌ وَّقَطْعُهُمْ ۹۱ عَنْ مَّنْ يَّشَاءُ مَنْ تَوَلَّى يَوْمَ هُمْ

وَمَالِ هٰذَا وَالَّذِيْنَ هٰؤُلَا ۹۲ تَحِيْنَ فِي الْإِمَامِ صِلْ وَوُهِّلَا

كَالُوْهُمُ أَوْ وَّزَنُوْهُمُ صِلِ ۹۳ كَذَا مِنَ الْ وَهَا وَيَا لَا تَفْصِلِ

بَابُ هَاءِ التَّأْنِيْثِ الَّتِيْ رُسِمَتْ تَاءً

وَرَحْمَتُ الزُّخْرُفِ بِالتَّا زَبَرَهْ ۹۴ الْأَعْرَافِ رُوْمٍ هُوْدَ كَافِ الْبَقَرَهْ

نِعْمَتُهَا ثَلٰثُ نَحْلٍ إِبْرَهَمْ ۹۵ مَعًا أَخِيْرَاتٍ عُقُوْدُ الثَّانِ هَمّْ

لُقْمَنَ ثُمَّ فَاطِرٍ كَالطُّوْرِ ۹۶ عِمْرَنَ لَعْنَتَ بِهَا وَالنُّوْرِ

وَامْرَأَتُ يُوْسُفَ عِمْرَنَ الْقَصَصْ ۹۷ تَحْرِيْمَ مَعْصِيَتْ بِقَدْ سَمِعْ يُخَصْ

شَجَرَتَ الدُّخَانِ سُنَّتْ فَاطِرٍ ۹۸ كُلًّا وَّ الْانْفَالِ وَ اُخْرٰى غَافِرٍ

قُرَّتُ عَيْنٍ جَنَّتٌ فِيْ وَقَعَتْ ۹۹ فِطْرَتْ بَقِيَّتْ وَ ابْنَتٌ وَّ كَلِمَتْ

اَوْسَطَ الْاَعْرَافِ وَ كُلُّ مَا اخْتُلِفْ ۱۰۰ جَمْعًا وَّ فَرْدًا فِيْهِ بِالتَّآءِ عُرِفْ

بَابُ هَمْزِ الْوَصْلِ

وَابْدَأْ بِهَمْزِ الْوَصْلِ مِنْ فِعْلٍ بِضَمْ ۱۰۱ اِنْ كَانَ ثَالِثٌ مِّنَ الْفِعْلِ يُضَمْ

وَاكْسِرْهُ حَالَ الْكَسْرِ وَالْفَتْحِ وَفِيْ ۱۰۲ الْاَسْمَآءِ غَيْرِ اللَّامِ كَسْرُهَا وَفِيْ

اِبْنٍ مَّعَ ابْنَةٍ امْرِئٍ وَّ اثْنَيْنِ ۱۰۳ وَامْرَأَةٍ وَّ اسْمٍ مَّعَ اثْنَتَيْنِ

بَابُ الرَّوْمِ وَ الْاِشْمَامِ

وَحَاذِرِ الْوَقْفَ بِكُلِّ الْحَرَكَهْ ۱۰۴ اِلَّا اِذَا رُمْتَ فَبَعْضُ الْحَرَكَهْ

اِلَّا بِفَتْحٍ اَوْ بِنَصْبٍ وَّ اَشِمْ ۱۰۵ اِشَارَةً بِالضَّمِّ فِيْ رَفْعٍ وَّضَمْ

خَاتِمَةُ الْكِتَابِ

وَقَدْ تَقَضّٰى نَظْمِيَ الْمُقَدِّمَهْ ۱۰۶ مِنِّيْ لِقَارِئِ الْقُرْاٰنِ تَقْدِمَهْ

اَبْيَاتُهَا قَافٌ وَّ زَایٌ فِي الْعَدَدْ ۱۰۷ مَنْ يُّحْسِنِ التَّجْوِيْدَ يَظْفَرْ بِالرَّشَدْ

وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ لَهَا خِتَامُ ۱۰۸ ثُمَّ الصَّلٰوةُ بَعْدُ وَ السَّلَامُ

عَلَى النَّبِيِّ الْمُصْطَفٰى مُحَمَّدَا ۱۰۹ وَ اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ ذَوِي الْهُدٰى

تُحْفَةُ الْاَطْفَالِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَقُوْلُ رَاجِیْ رَحْمَةِ الْغَفُوْرِ ۱ دَوْمًا سُلَيْمَانُ هُوَ الْجَمْزُوْرِیْ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُصَلِّيًا عَلٰی ۲ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ مَنْ تَلَا

وَبَعْدُ هٰذَا النَّظْمُ لِلْمُرِيْدِ ۳ فِی النُّوْنِ وَ التَّنْوِيْنِ وَالْمُدُوْدِ

سَمَّيْتُهٗ بِتُحْفَةِ الْاَطْفَالِ ۴ عَنْ شَيْخِنَا الْمِيْهِیِّ ذِی الْكَمَالِ

اَرْجُوْبِهٖ اَنْ يَّنْفَعَ الطُّلَّابَا ۵ وَالْاَجْرَ وَ الْقَبُوْلَ وَ الثَّوَابَا

اَحْكَامُ النُّوْنِ السَّاكِنَةِ وَالتَّنْوِيْنِ

لِلنُّوْنِ اِنْ تَسْكُنْ وَ لِلتَّنْوِيْنِ ۶ اَرْبَعُ اَحْكَامٍ فَخُذْ تَبْيِيْنِیْ

فَالْاَوَّلُ الْاِظْهَارُ قَبْلَ اَحْرُفِ ۷ لِلْحَلْقِ سِتٌّ رُّتِّبَتْ فَلْتَعْرِفِ

هَمْزٌ فَهَاءٌ ثُمَّ عَيْنٌ حَاءُ ۸ مُهْمَلَتَانِ ثُمَّ غَيْنٌ خَاءُ

وَالثَّانِ اِدْغَامٌ بِسِتَّةٍ اَتَتْ ۹ فِیْ يَرْمَلُوْنَ عِنْدَهُمْ قَدْ ثَبَتَتْ

لٰكِنَّهَا قِسْمَانِ قِسْمٌ يُّدْغَمَا ۱۰ فِيْهِ بِغُنَّةٍ بِيَنْمُوْ عُلِمَا

اِلَّا اِذَا كَانَ بِكِلْمَةٍ فَلَا ۱۱ تُدْغِمْ كَدُنْيَا ثُمَّ صِنْوَانٍ تَلَا

وَالثَّانِ اِدْغَامٌ بِغَيْرِ غُنَّهْ ۱۲ فِي اللَّامِ وَالرَّا ثُمَّ كَرِّرَنَّهْ

وَالثَّالِثُ الْاِقْلَابُ عِنْدَ الْبَآءِ ۱۳ مِيمًا بِغُنَّةٍ مَّعَ الْاِخْفَاءِ

وَالرَّابِعُ الْاِخْفَآءُ عِنْدَ الْفَاضِلِ ۱۴ مِنَ الْحُرُوفِ وَاجِبٌ لِّلْفَاضِلِ

فِي خَمْسَةٍ مِّنْ بَعْدِ عَشْرٍ رَّمْزُهَا ۱۵ فِي كِلْمِ هٰذَا الْبَيْتِ قَدْ ضَمَّنْتُهَا

صِفْ ذَا ثَنَا كَمْ جَادَ شَخْصٌ قَدْ سَمَا ۱۶ دُمْ طَيِّبًا زِدْ فِي تُقًى ضَعْ ظَالِمَا

حُكْمُ الْمِيمِ وَ النُّونِ الْمُشَدَّدَتَيْنِ

وَغُنَّ مِيمًا ثُمَّ نُونًا شُدِّدَا ۱۷ وَسَمِّ كُلًّا حَرْفَ غُنَّةٍ بَدَا

اَحْكَامُ الْمِيمِ السَّاكِنَةِ

وَالْمِيمُ اِنْ تَسْكُنْ تَجِي قَبْلَ الْهِجَا ۱۸ لَا اَلِفٍ لَّيِّنَةٍ لِّذِي الْحِجَا

اَحْكَامُهَا ثَلَاثَةٌ لِّمَنْ ضَبَطْ ۱۹ اِخْفَاءٌ اِدْغَامٌ وَّاِظْهَارٌ فَقَطْ

فَالْاَوَّلُ الْاِخْفَاءُ عِنْدَ الْبَآءِ ۲۰ وَسَمِّهِ الشَّفْوِيَّ لِلْقُرَّآءِ

وَالثَّانِ اِدْغَامٌ بِمِثْلِهَا اَتٰى ۲۱ وَسَمِّ اِدْغَامًا صَغِيرًا يَّا فَتٰى

وَالثَّالِثُ الْاِظْهَارُ فِي الْبَقِيَّهْ ۲۲ مِنْ اَحْرُفٍ وَّ سَمِّهَا شَفْوِيَّهْ

وَاحْذَرْ لَدٰى وَاوٍ وَّفَا اَنْ تَخْتَفِي ۲۳ لِقُرْبِهَا وَ الْاِتِّحَادِ فَاعْرِفِ

حُكْمُ لَامِ اَلْ وَ لَامِ الْفِعْلِ

لِلَامِ اَلْ حَالَانِ قَبْلَ الْاَحْرُفِ ۲۴ اُوْلَاهُمَا اِظْهَارُهَا فَلْيُعْرَفِ

قَبْلَ اَرْبَعٍ مَّعْ عَشْرَةٍ خُذْ عِلْمَهُ ۲۵ مِنْ اَبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيْمَهُ

ثَانِيْهِمَا اِدْغَامُهَا فِىْ اَرْبَعٍ ۲۶ وَعَشْرَةٍ اَيْضًا وَّرَمْزَهَا فَعِ

طِبْ ثُمَّ صِلْ رَحِمًا تَفُزْ ضِفْ ذَانِعَمْ ۲۷ دَعْ سُوْءَ ظَنٍّ زُرْ شَرِيْفًا لِّلْكَرَمْ

وَاللَّامُ الْاُوْلٰى سَمِّهَا قَمَرِيَّهْ ۲۸ وَاللَّامُ الْاُخْرٰى سَمِّهَا شَمْسِيَّهْ

وَاَظْهِرَنَّ لَامَ فِعْلٍ مُّطْلَقَا ۲۹ فِىْ نَحْوِ قُلْ نَعَمْ وَقُلْنَا وَالْتَقٰى

بَابٌ فِىْ اِدْغَامِ الْمِثْلَيْنِ وَالْمُتَقَارِبَيْنِ وَالْمُتَجَانِسَيْنِ

اِنْ فِى الصِّفَاتِ وَالْمَخَارِجِ اتَّفَقْ ۳۰ حَرْفَانِ فَالْمِثْلَانِ فِيْهِمَا اَحَقْ

وَاِنْ يَّكُوْنَا مَخْرَجًا تَقَارَبَا ۳۱ وَفِى الصِّفَاتِ اخْتَلَفَا يُلَقَّبَا

مُتَقَارِبَيْنِ اَوْ يَكُوْنَا اتَّفَقَا ۳۲ فِىْ مَخْرَجٍ دُوْنَ الصِّفَاتِ حُقِّقَا

بِالْمُتَجَانِسَيْنِ ثُمَّ اِنْ سَكَنْ ۳۳ اَوَّلُ كُلٍّ فَالصَّغِيْرَ سَمِّيَنْ

اَوْحُرِّكَ الْحَرْفَانِ فِىْ كُلٍّ فَقُلْ ۳۴ كُلٌّ كَبِيْرٌ وَّافْهَمَنْهُ بِالْمُثُلْ

اَقْسَامُ الْمَدِّ

وَالْمَدُّ اَصْلِيٌّ وَّ فَرْعِيٌّ لَهٗ ۳۵ وَسَمِّ اَوَّلًا طَبِيْعِيًّا وَّ هُوْ

مَا لَا تَوَقُّفٌ لَّهُ عَلٰى سَبَبْ ٣٦ وَلَا بِدُوْنِهِ الْحُرُوْفُ تُجْتَلَبْ

بَلْ اَیُّ حَرْفٍ غَیْرِ هَمْزٍ اَوْ سُكُوْنْ ٣٧ جَا بَعْدَ مَدٍّ فَالطَّبِیْعِیَّ یَكُوْنْ

وَالْاٰخَرُ الْفَرْعِیُّ مَوْقُوْفٌ عَلٰى ٣٨ سَبَبْ كَهَمْزٍ اَوْ سُكُوْنٍ مُّسْجَلَا

حُرُوْفُهُ ثَلَاثَةٌ فَعِیْهَا ٣٩ مِنْ لَفْظِ وَایٍ وَّهِیَ فِیْ نُوْحِیْهَا

وَالْكَسْرُ قَبْلَ الْیَا وَقَبْلَ الْوَاوِ ضَمْ ٤٠ شَرْطٌ وَّفَتْحٌ قَبْلَ اَلْفٍ یُّلْتَزَمْ

وَاللِّیْنُ مِنْهَا الْیَا وَوَاوٌ سُكِّنَا ٤١ اِنِ انْفِتَاحٌ قَبْلَ كُلٍّ اُعْلِنَا

اَحْكَامُ الْمَدِّ

لِلْمَدِّ اَحْكَامٌ ثَلَاثَةٌ تَدُوْمْ ٤٢ وَهِیَ الْوُجُوْبُ وَالْجَوَازُ وَاللُّزُوْمْ

فَوَاجِبٌ اِنْ جَآءَ هَمْزٌ بَعْدَ مَدْ ٤٣ فِیْ كَلِمَةٍ وَّذَا بِمُتَّصِلٍ یُعَدْ

وَجَآئِزٌ مَدٌّ وَّقَصْرٌ اِنْ فُصِلْ ٤٤ كُلٌّ بِكَلِمَةٍ وَّهٰذَا الْمُنْفَصِلْ

وَمِثْلُ ذَا اِنْ عَرَضَ السُّكُوْنْ ٤٥ وَقْفًا كَتَعْلَمُوْنَ نَسْتَعِیْنْ

اَوْ قُدِّمَ الْهَمْزُ عَلَى الْمَدِّ وَذَا ٤٦ بَدَلْ كَاٰمَنُوْا وَاِیْمَانًا خُذَا

وَلَازِمٌ اِنِ السُّكُوْنُ اُصِّلَا ٤٧ وَصْلًا وَّوَقْفًا بَعْدَ مَدٍّ طُوِّلَا

اَقْسَامُ الْمَدِّ اللَّازِمِ

اَقْسَامُ لَازِمٍ لَّدَیْهِمْ اَرْبَعَهْ ٤٨ وَتِلْكَ كِلْمِیٌّ وَّحَرْفِیٌّ مَّعَهْ

كِلَاهُمَا مُخَفَّفٌ مُثَقَّلٌ ۴۹ فَهٰذِهٖ اَرْبَعَةٌ تُفَصَّلُ

فَاِنْ بِكَلِمَةٍ سُكُوْنٌ اجْتَمَعْ ۵۰ مَعْ حَرْفِ مَدٍّ فَهُوَ كَلِمِيٌّ وَّقَعْ

اَوْفِيْ ثُلَاثِيِّ الْحُرُوْفِ وُجِدَا ۵۱ وَالْمَدُّ وَسْطُهٗ فَحَرْفِيٌّ بَدَا

كِلَاهُمَا مُثَقَّلٌ اِنْ اُدْغِمَا ۵۲ مُخَفَّفٌ كُلٌّ اِذَا لَمْ يُدْغَمَا

وَاللَّازِمُ الْحَرْفِيُّ اَوَّلَ السُّوَرْ ۵۳ وُجُوْدُهٗ وَفِيْ ثَمَانٍ انْحَصَرْ

يَجْمَعُهَا حُرُوْفُ كَمْ عَسَلْ نَقَصْ ۵۴ وَعَيْنُ ذُوْ وَجْهَيْنِ وَالطُّوْلُ اَخَصْ

وَمَا سِوَى الْحَرْفِ الثُّلَاثِيْ لَا اَلِفْ ۵۵ فَمَدُّهٗ مَدًّا طَبِيْعِيًّا اُلِفْ

وَذَاكَ اَيْضًا فِيْ فَوَاتِحِ السُّوَرْ ۵۶ فِيْ لَفْظِ حَيٍّ طَاهِرٍ قَدِ انْحَصَرْ

وَيَجْمَعُ الْفَوَاتِحَ الْاَرْبَعْ عَشَرْ ۵۷ صِلْهُ سُحَيْرًا مَّنْ قَطَعَكْ ذَا اشْتَهَرْ

خَاتِمَةُ الْكِتَابِ

وَتَمَّ ذَا النَّظْمُ بِحَمْدِ اللهِ ۵۸ عَلٰى تَمَامِهٖ بِلَا تَنَاهِيْ

ثُمَّ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَبَدَا ۵۹ عَلٰى خِتَامِ الْاَنْبِيَآءِ اَحْمَدَا

وَالْاٰلِ وَالصَّحْبِ وَكُلِّ تَابِعٖ ۶۰ وَكُلِّ قَارِئٍ وَّكُلِّ سَامِعٖ

اَبْيَاتُهٗ نَدٌّ بَدَا لِذِي النُّهٰى ۶۱ تَارِيْخُهٗ بُشْرٰى لِمَنْ يُّتْقِنُهَا

۶۱ ۱۱۹۸ھ

۱۳۸۹ھ كتبه الاحقر نفيس الحسینی السیالکوٹی ۱۹۶۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بالترتیب

مترجم

احقر اظہار احمد تھانوی عفی عنہ

شعبہ تجوید مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور

۱ کہتا ہے امیدوار، سننے والے پروردگار کی معافی کا محمد ابن جزری شافعی

۲ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے اپنے نبی اور اپنے پسندیدہ پیغمبر

۳ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، اور آپ کی اولاد پر، اور آپ کے صحابہ (رضی اللہ عنہم اجمعین) پر اور قرآن پڑھانے والوں پر، ساتھ ہی قرآن کو دوست رکھنے والے پر۔

۴ اور اس کے (یعنی حمد وصلوٰۃ کے) بعد تحقیق یہ ایک ابتدائی کتاب ہے ان باتوں میں کہ لازم ہے قرآن پڑھنے والے پر کہ وہ انکو جانے

۵ اس لئے کہ ضروری ہے ان (قرآن پڑھنے والوں) پر، قطعاً کہ (قرآن) شروع کرنے سے پہلے، ابتدا ہی میں، جان لیں۔

۶ حرفوں کے مخارج اور صفات کو تاکہ ادا کریں (قرآنی حرفوں کو) فصیح ترین زبان (یعنی عربی) میں۔

۷ اس حال میں کہ وہ تجوید کے ماہر ہوں اور وقف کے موقعوں کے، اور اس (رسم) کے جو لکھا گیا مصاحف (عثمانیہ) میں۔

۸ یعنی ہر وہ کلمہ جو ان مصاحف میں کاٹ کر اور ملا کر لکھا ہوا ہے اور وہ تاء تانیث جو نہیں لکھی گئی ہے ھا کی شکل میں۔

حرفوں کے مخارج کا بیان

۹ حرفوں کے مخارج سترہ ہیں، اس قول پر کہ اختیار کرتا ہے اس کو وہ جو بڑا باخبر ہوا ہے۔

(مراد خلیل ابن احمد فراہیدی نحوی متوفی ۱۷۰ھ ہے)

۱۰ پس الف اور اس کے دو ساتھی (یعنی واو مدہ اور یاء مدہ) مخرج ان کا جوف ذہن ہے اور یہ حروف مدہ ہیں جو ہوا پر ختم ہوتے ہیں۔

۱۱ پھر اقصائے حلق کے واسطے ہمزہ اور ھاء ہیں پھر وسط حلق کے لئے عین اور حاء ہیں

۱۲ ادنائے حلق، غین اور اس کے ساتھی خاء کا (مخرج) ہے، اور قاف (اس کا مخرج) اقصائے لسان (زبان کی جڑ) ہے اس حالت میں کہ وہ (جڑ کا) بالائی حصہ ہے۔ اس کے بعد کاف ہے۔

۱۳ جو ذرا (منہ کی طرف) نیچے والا حصہ ہے اور (تالو زبان کا) درمیانی حصہ پس اس سے جیم شین اور یا (غیر مدہ نکلتے ہیں اور ضاد (ادا ہوتا ہے) زبان کی کروٹ سے، جب کہ وہ (کروٹ) لگے۔

۱۴ داڑھوں سے خواہ) ان داڑھوں کی بائیں طرف سے یا داہنی طرف سے، اور لام (ادا ہوتا ہے) ادنائے حافہ

سے منتہائے زبان تک۔

۱۵ اور نون، زبان کے کنارہ سے (لام کے مخرج سے) ذرا نیچے سے ادا کرو۔ اور راء (مخرج میں) نون ہی کے قریب قریب ہے (البتہ) پشت کو زیادہ دخل ہے۔

۱۶ اور طاء اور دال اور تاء، طرفِ لسان اور ثنایا عُلیا (کی جڑ) سے (نکلتے ہیں) اور حروف صفیر (سین، صاد زاء) قرار پکڑنے والے ہیں۔

۱۷ اس (طرف لسان) سے، اور ثنایا سفلیٰ کے اوپر سے اور ظاء اور ذال اور ثاء، ثنایا عُلیا کے لئے ہیں۔

۱۸ ان دونوں (یعنی زبان اور ثنایا عُلیا) کے کناروں سے اور نچلے ہونٹ کے شکم سے، پس فاء (ادا ہوتی) ہے کناروں کے ساتھ ثنایا عُلیا کے۔

۱۹ دونوں ہونٹوں کے لئے واؤ اور باء اور میم ہیں اور غنّہ اس کا مخرج خیشوم ہے۔

صفات کا بیان

۲۰ صفات ان (حرفوں) کی جہر، اور رخاوت، اور استفال، اور انفتاح اور اصمات ہیں۔ اور (ان کی) ضدوں کو (بھی) کہہ تو

۲۱ مہموسہ ان (حرفوں) کے فَحَثَّهٗ شَخْصٌ سَكَتْ ہیں اور شدیدہ، ان (حروف) کے لفظ اَجِدْ قَطٍ بَكَتْ ہیں۔

۲۲ اور درمیان رخوہ اور شدیدہ کے (حروف) لِنْ عُمَرْ ہیں اور سات حروف مستعلیہ، خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ نے جمع کیا ہے (ان کو)

۲۳ اور صاد، ضاد، اور طا، ظاء حروف مطبقہ ہیں، اور فَرَّ مِنْ لُبِّ حروفِ مُذلقہ ہیں۔

۲۴ اور صفیرہ ان (حروف) کے صاد اور زاء اور سین اور (حروف) قلقلہ (قُطْبُ جَدٍ) ہیں، اور (حروف) لین،

۲۵ وہ واؤ اور یاء ہیں جو ساکن ہوں، اور مفتوح ہو، ماقبل ان کا، اور (صفت) انحراف صحیح قرار دی گئی ہے۔

۲۶ لام اور راء ہیں۔ اور (صفت) تکریر کے ساتھ وہ راء خاص کی گئی ہے اور (صفت) تفشی کے لئے شین ہے اور ضاد میں (صفت) استطالت ادا کر۔

تجوید سیکھنے کا بیان

۲۷ اور حاصل کرنا تجوید کا واجب ہے ضروری ہے جو تجوید کیساتھ قرآن نہ پڑھے (وہ) گنہگار ہے۔

۲۸ کیونکہ وہ قرآن اس (تجوید) کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے نازل کیا اور اسی طرح (یعنی تجوید ہی کے ساتھ) اس (اللہ تعالیٰ سے) ہم تک پہنچا ہے۔

۲۹ اور وہ (علم تجوید) تلاوت کا زیور بھی ہے اور فن ادا اور علم قرأت کے لئے زینت ہے۔

۳۰ اور وہ (تجوید) دینا ہے حرفوں کو حق ان کا یعنی صفت (لازمہ) ان کی، اور مقتضیٰ ان کا۔

نوٹ:- مستحق سے صفات عارضہ مراد ہیں۔

۳۱ اور لوٹانا ہر ایک حرف کو اسکی اصل کی طرف (یعنی ہر حرف کو اس کے مخرج سے ادا کرنا) اور لفظ اپنی نظیر میں مانند اپنے مثل کے ہوتا ہے۔

نوٹ۔ یعنی تجوید کا تقاضا یہ ہے، کہ تمام مدود، غنات اور اوقاف کی مقادیر یکساں ہوں، اسی طرح ہر لفظ مخارج وصفات سے یکساں مزین ہو۔

۳۲ اس حال میں کہ (وہ قاری) کامل ادا کرنے والا ہو، بغیر کسی تکلف کے ادا میں عمدگی کے ساتھ بغیر بے راہ چلنے کے۔

۳۳ اور نہیں ہے اس تجوید کے درمیان اور درمیان اسکو چھوڑنے کے (فرق) مگر آدمی کا ریاضت کرنا اپنے منہ کیساتھ۔

حرفوں کی عملی ادائیگی کا بیان

۳۴ پس حذر رباریک پڑھ تو مستفلہ کو حرفوں میں سے، اور حذر رنچ تو، تفخیم سے، الف کے تلفظ میں۔
نوٹ: یعنی باریک حرفوں کے بعد الف ہو تو اس کو تفخیم سے بچانا چاہیے۔

۳۵ اور (حذر رباریک پڑھ تو) ہمزہ کو اَلْحَمْدُ اور اِهْدِنَا اور اَللّٰهُ کے پھر لام کو لِلّٰهِ اور لَنَا کے

۳۶ اور (لام کو) وَلْيَتَلَطَّفْ اور عَلَى اللّٰهِ اور وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے، اور (باریک پڑھ) میم کو مَخْمَصَةٍ اور مرض کی۔

۳۷ اور (باریک پڑھ) با کو بَرْقٌ باطِلٌ، بِہِمْ اور بِذِی کی اور کوشش کر (صفتِ) شدت اور جہر کی ادا پر جو کہ

۳۸ اس (با) میں اور جیم میں ہیں، جیسے حُبِّ، اَلصَّبْرِ، رُبْوَةٍ، اُجْتُثَّتْ اور حَجِّ اور اَلْفَجْرِ

۳۹ اور خوب ظاہر کر حرف قلقلہ کو اگر وہ ساکن ہو، اور اگر ہو وہ وقف میں تو ہوگا زیادہ ظاہر۔

۴۰ اور خوب باریک کر حا کو حَصْحَصَ، اَحَطْتُ اور اَلْحَقُّ کی اور سین کو مُسْتَقِيْمٌ، يَسْطُوْنَ، اور يَسْقُوْنَ کے

راء کی حالتوں کا بیان

۴۱ اور باریک پڑھ، را کو جبکہ وہ کسرہ دی گئی ہو، اسی طرح (یعنی باریک پڑھ) بعد کسرہ کے، جبکہ وہ ساکن ہو۔

۴۲ اگر نہ ہو وہ (راء ساکنہ بعد الکسر) پہلے حرف استعلاء سے، اور نہ ہو (ماقبل کا) کسرہ غیر اصلی۔

نوٹ۔ کَانَتْ ۔ تَكُنْ مِنْ قَبْلُ پر معنیٰ معطوف ہے لہٰذا کَانَتْ سے پہلے حرف نفی مقدر سمجھا جائے مطلب یہ کہ راء ساکنہ بعد الکسر اس وقت باریک ہوگی جب کہ اس سے ماقبل کا کسرہ غیر اصلی (عارضی) نہ ہو بلکہ اصلی ہو یا بمعنی اِلَّا اَنْ ہے، تو بغیر کسی تقدیر کے ترجمہ یہ ہو جائے گا

"مگر یہ کہ ہو کسرہ، کہ نہ ہو اصلی" سَمِعْنَاهُ عَنْ شَيْخِنَا ١٢

۴۳ اور خلف فِرْقٍ (شعراء ع ۴) میں، بوجہ کسرہ کے پایا جاتا ہے اور چھپا (صفت) تکریر کو جب مشدد ہو وہ (یعنی راء کو نرمی سے ادا کر)

لام کی حالتوں کا بیان

۴۴ اور پُر پڑھ لام کو اللہ کے نام میں بعد فتحہ یا ضمہ کے۔ جیسے عَبْدُ اللّٰہ

استعلاء اور اطباق کا بیان

۴۵ اور حرف استعلا کا پُر پڑھ، اور خاص کر حرفِ اطباق کو (مزید تفخیم کے ساتھ) دراں حالیکہ وہ زیادہ قوی (التفخیم) ہوتا ہے جیسے قَالَ اور عَصَا۔

۴۶ اور ظاہر کر اطباق کو اَحَطْتُ میں مع بَسَطْتَ وغیرہ کے اور خلف اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ میں واقع ہوا ہے۔

۴۷ اور کوشش کر سکون (ادا کرنے) پر جَعَلْنَا ، اَنْعَمْتَ اور اَلْمَغْضُوْبِ میں مع ضَلَلْنَا کے

۴۸ اور صفائی سے ادا کر (صفت) انفتاح کو مَحْذُوْرًا اور عَسَىٰ کی بوجہ خوف ہونے ان کے ہم شکل ہو جانے سے مَحْظُوْرًا اور عَصَىٰ کے ساتھ

۴۹ اور خیال رکھ (صفت) شدت کا کاف اور تاء میں جیسے شِرْكِكُمْ اور تَتَوَفّٰى اور فِتْنَةً

ادغام کا بیان

۵۰ اور مُتَمَاثِلَيْن اور مُتَجَانِسَيْن کے پہلے حرف اگر ساکن ہوں (تو ان کا مابعد کے حرف متحرک میں) ادغام کر جیسے قُلْ رَّبِّ اور بَلْ لَّا اور اظہار کر

۵۱ فِيْ يَوْمٍ میں ساتھ ہی قَالُوْا وَهُمْ اور قُلْ نَعَمْ اور سَبِّحْهُ اور لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا اور فَالْتَقَمَهُ

ضاد اور ظاء کے درمیان فرق کا بیان

۵۲ اور ضاد کو (صفت) استطالت اور مخرج کے ساتھ جدا کر ظاء سے اور (ظا) کے تمام الفاظ آتے ہیں......

۵۳ ظَعَن ، ظِلّ ظُهْر ، عُظْم ، حِفْظ ، اَیْقَظ ، اَنْظِرْ ، عَظُم ، ظَهْر اور لَفْظ میں

۵۴ اور ظَاهِر ، لَظٰی ، شُوَاظ ، کَظْم ، ظَلَمَ ، اُغْلُظْ ، ظَلَام ، ظُفُر ، اِنْتَظِرْ اور ظَمَا میں

۵۵ اور اَظْفَرَ اور ظَنًّا میں ، اور جس طرح بھی آئے لفظ (غظ) میں ۔ سوائے (عِضِیْن) (حجر ع ۶) کے اور ظَلَّ نحل (ع ۷) اور زخرف (ع ۲) کا ایک جیسا ہے۔

۵۶ اور ظَلْتَ (طٰہٰ ع ۵) اور فَظَلْتُمْ (واقعہ ع ۲) میں اور روم (ع ۵) میں لَظَلُّوْا مثل حجر (ع ۱ والے فَظَلُّوْا) کے ہے اور (وہ ظاء آتی ہے) نَظَلَّتْ اور فَنَظَلُّ میں ، جو شعراء (ع ۱ اور ع ۵) میں ہیں۔

۵۷ اور فَیَظْلَلْنَ (شوریٰ ع ۴) میں ، اور مَحْظُوْرًا (اسراء ع ۲) میں مع الْمُحْتَظِرِ (قمر ع ۲) کے اور کُنْتَ فَظًّا (آل عمران ع ۱۷) میں ، اور تمام (الفاظ) نَظَرَ میں

۵۸ مگر سورہ وَیْلٌ (تطفیف) اور سورہ ھَلْ اَتٰی (دہر) اور پہلے نَاضِرَۃ (قیامہ) میں (یعنی ان تینوں جگہ نَضْرَ ضاد سے آیا ہے) اور (ظاء آتی ہے) غَیْظ میں ، نہ کہ رعد اور ہود میں ، دراں حالیکہ وہ (رعد و ہود والا لفظ) کمی کے معنی والا ہے۔

نوٹ ۔ یعنی تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ (رعد ع ۲) وَغِیْضَ الْمَآءُ (ہود) کا مادہ غَیْض ظاء سے نہیں بلکہ ضاد سے ہے

۵۹ اور (ظاء آتی ہے) حَظّ میں ، نہ کہ اس حَضّ میں جو عَلٰی الطَّعَام کے ساتھ ہے (اور حاقہ ، فجر اور ماعون میں ہے) اور ضَنِیْن میں اختلاف مشہور ہے۔

نوٹ ۔ یعنی سورہ تکویر میں بِضَنِیْنٍ میں قرآئت مختلف فیہ ہے ، مکی ، بصری اور کسائی ظاء اور باقی ضاد پڑھتے ہیں

احتیاط والی باتوں کا بیان

۶۰ اور اگر وہ (ضاد و ظاء) پاس پاس آئیں تو دونوں کو جدا جدا کرنا ضروری ہے جیسے اَنْقَضَ ظَهْرَكَ اور يَعَضُّ الظَّالِمُ

۶۱ اور (جدا جدا کرنا ضروری ہے) اُضْطُرَّ میں (ضاد طاء کو) مع وَعَظْتَ (کی ظاء و تاء) کے اور مع اَفَضْتُمْ (کے ضاد و تاء) کے ، اور صاف صاف پڑھ جیسا هُمْ اور عَلَيْهِمْ کی ہاء کو

نون و میم مشدّد اور میم ساکن کا بیان

۶۲ اور ظاہر کر غنہ کو، نون اور میم کے جب وہ مشدد ہوں، اور ضرور اخفاء کر.........

۶۳ میم میں غنہ کے ساتھ، اگر وہ ساکن ہو، نزدیک با کے (واقع ہوتے ہوئے) پسندیدہ قول پر اہل ادا کے۔

۶۴ اور خوب ظاہر کر کے پڑھ اس (میم ساکنہ) کو نزدیک باقی حرفوں کے، اور احتیاط کر نزدیک واؤ اور فا کے (اس میم کے) مخفی ہونے سے۔

نون ساکنہ اور تنوین کا بیان

۶۵ اور حکم تنوین اور نون (ساکنہ) کا پایا جاتا ہے۔ اظہار، ادغام، قلب اور اخفاء

۶۶ پس تو نزدیک حرف حلقی کے اظہار کر، اور ادغام کر، لام و را میں جو غنہ کے ساتھ ضروری نہیں ہے۔

نوٹ: (یاد رہے کہ صاحب نظم علامہ جزری کے طریق میں نافع، مکی، بصری، شامی اور حفص کیلئے لام و را میں نون و تنوین کا ادغام بالغنہ اور بلا غنہ دونوں طرح جائز ہے مگر نون کے لئے یہ شرط ہے کہ مرسوم ہو ورنہ صرف بلا غنہ ہوگا، اور بطریق علامہ شاطبی صرف بلا غنہ ادغام ہے علامہ جزری نے اپنے طریق کیمطابق فرمایا کہ "غنہ ضروری نہیں ہے"

۶۷ اور ضرور ادغام کر، غنہ کے ساتھ یُوْمِنُ (کے حروف) میں مگر ایک کلمہ میں، (ادغام نہ ہوگا) جیسے دُنْیَا اور صِنْوَانٌ۔

۶۸ اور قلب، با کے نزدیک غنہ کے ساتھ ہوتا ہے، اسی طرح (یعنی غنہ کے ساتھ) اخفاء نزدیک باقی حرفوں کے لیا گیا ہے۔

مدوں کا بیان

۶۹ اور مد لازم اور واجب آیا ہے اور (ایک قسم) مد جائز ہے اس حال میں کہ (اس مد جائز میں) وہ (مد) اور قصر دونوں صحیح ہوئے ہیں۔

۷۰ پس مد لازم ہے اگر آئے بعد حرف مد کے، ایسا حرف جو دونوں حالوں میں (یعنی وصل و وقف میں) ساکن ہو اور طول کے ساتھ یہ کھینچا جاتا ہے (اس شعر میں مد لازم کی چاروں قسمیں، اور مد لازم لین پانچ قسمیں آگئیں)

۷۱ اور مد واجب ہے اگر آئے وہ (حرف مد) ہمزہ سے پہلے، اس حال میں کہ متصل ہو، اگر وہ دونوں حرف مد اور ہمزہ جمع کئے گئے ہوں ایک کلمہ میں (اس شعر میں مد متصل کا بیان ہوگیا)

۷۲ اور مد جائز ہے، جب آئے وہ (حرف مد) اس حالت میں کہ (ہمزہ سے) جدا ہو، یا عارض ہو جائے سکون، وقف میں، اس حالت میں کہ یہ سکون مطلق ہے (یعنی خواہ بصورت سکون خالص ہو یا بصورت اشمام ہو، احتراز مقصود ہے وقف بالروم سے جس میں صرف قصر ہوتا ہے) (اس شعر میں مد منفصل معارض وقفی اور مد عارض لین تینوں قسمیں مرادیں)
نوٹ :- یاد رہے کہ مُنْجَلاً بمعنی مُنْفَنًا، وَقْفًا کی صفت نہیں بلکہ اَلسُّکُوْنْ سے حال ہے۔

وقفوں کی پہچان کا بیان

۷۳ اور بعد تیرے عمدہ ادا کرنے کے حرفوں کو۔ ضروری ہے پہچاننا وقفوں کا.........

۷۴ اور ابتداء کا۔ اور وہ (اوقاف) تقسیم کئے جاتے ہیں اس وقت تین قسموں پر (یعنی تامؔ، کافیؔ اور حسنؔ

۷۵ اور یہ (تینوں قسمیں کہ مَاتَمَّ مَعْنَاہُ جہاں بات پوری ہو جائے) کی ہیں پس اگر نہ پایا جائے (مابعد سے) کوئی تعلق (یعنی نہ لفظی نہ معنوی) یا ہو تعلق معنوی (اور تعلق لفظی نہ ہو) تو (ان دونوں صورتوں میں آگے سے) ابتداء کر پس

۷۶ (پہلی قسم جہاں مابعد سے کوئی تعلق نہ ہو) وقف تام ہے اور (دوسری قسم، جس میں مابعد سے لفظی تعلق تو نہ ہو صرف معنوی ہو) وقف کافی ہے اور (وہ تعلق) لفظاً (بھی) ہو تو، تو منع کر (ابتداء سے کیونکہ اس وقت اعادہ ضروری ہے، مگر رُؤس آیات پر جائز سمجھ تو (یعنی ابتداء کو) اور یہ وقف حسن ہے۔

۷۷ اور غَیْرُ مَاتَمَّ مَعْنَاہُ (جہاں بات پوری نہ ہوئی ہو) وقف قبیح ہے، اور اس (یعنی غیر ماتم معناہ) پر وقف کیا جاتا ہے، مجبوری کی حالت میں، اور ابتداء کی جائے اس کے ماقبل سے

۷۸ اور نہیں ہے قرآن میں کوئی وقف جو واجب ہو، اور نہ حرام، بجز اس کے کہ اس کے لئے کوئی سبب ہو۔

مقطوع اور موصول کی پہچان کا بیان

۷۹ اور پہچان تو مقطوع اور موصول اور تاء (تانیث) کو مصحف عثمانی میں جیسا کہ بتحقیق آیا ہے۔

۸۰ پس قطع کر کے لکھ دس کلمات میں اَنْ لَّا کو
(۱) مَلْجَاً (توبہ رکوع ع ۱۴) کے ساتھ (۲) اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا (ہود ع ۲ انبیاء ع ۶) کے ساتھ۔

۸۱ (۳) اور (ان کو) لَا تَعْبُدُوْا کے ساتھ یٰسٓ (ع ۴) میں (۴) اور دوسرے لَاتَعْبُدُوْا کے ساتھ، سورہ ہود (ع ۳) میں (۵) اور لَایُشْرِکْنَ (ممتحنہ ع ۲) کے ساتھ (۶) اور لَا تُشْرِکْ (حج ع ۴) کے ساتھ (۷) اور لَا یَدْخُلَنَّھَا (ن ع ۱) کے ساتھ (۸) اور ان لَا تَعْلُوْا عَلَی (دخان ع ۱) کے ساتھ

۸۲ (۹) اور (ان کو) لَا یَقُوْلُوْا (اعراف ع ۲۱) (۱۰) اور لَا اَقُوْلَ (اعراف ع ۱۳) کے ساتھ لَا یَدْخُلَنَّھَا (اور قطع کر کے لکھ

اِنْ مَّا کو سورۂ رعد (رکوع ۶) میں۔ اور اَمَّا مفتوح کو (ہر جگہ) ملا کر لکھ اور عَنْ مَّا ....

۸۳ نُهُوْا (اعراف ع ۲۱) کو قطع کرکے لکھو، اور (قطع کرکے لکھ) مِنْ مَّا کو سورہ روم (ع ۴) میں، اور سورۂ نساء (ع ۴) میں اور (ثابت ہوا) ہے خلف، منافقین (ع ۲) والے مِنْ مَّا) میں

اور (قطع کرکے لکھ) اَمْ مَّنْ اَسَّسَا (توبہ ع ۱۳) کو

۸۴ اور (اَمْ مَّنْ کو) سورہ فُصِّلَتْ (یعنی حٰم سجدہ ع ۵) میں، اور سورہ نساء (ع ۱۶) میں، اور سورہ ذبح (یعنی والصّٰفّٰت ع ۱) میں، اور (قطع کرکے لکھ) حَیْثُ مَا (بقرہ ع ۱۷ و ع ۱۸) کو، اور اَنْ لَّمْ مفتوح کو، (جیسا کہ سورۂ بلد میں ہے) اور (قطع کرکے لکھ) کسرہ والے اِنَّ مَا کو ....

۸۵ سورہ انعام (ع ۱۶) میں۔ اور (قطع کرکے لکھ) فتح والے (اَنَّ مَا) کو یَدْعُوْنَ کے ساتھ۔ دونوں جگہ (حج ع ۱ و لقمٰن ع ۳) اور اَنْفَال (ع ۵) اور نَحْل (ع ۱۳) والے میں خلف واقع ہوا ہے۔ (اَنَّ مَا غَنِمْتُمْ اور اِنَّ مَا عِنْدَ اللّٰهِ میں)

۸۶ اور (قطع کرکے لکھ) كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ (ابراہیم ع ۵) کو، اور اختلاف کیا گیا ہے كُلَّ مَا رُدُّوْا (نساء ع ۱۲) میں۔ اسیطرح قُلْ بِئْسَ مَا (بقرہ ع ۱۱) میں، (بھی اختلاف ہوا ہے) اور وصل بیان کر ....

۸۷ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ (اعراف ع ۱۸) میں، اور بِئْسَمَا اشْتَرَوْا (بقرہ ع ۱۱) میں، اور فِیْ کو مَا سے قطع کرکے لکھ اُوْحِیَ (انعام ع ۱۸) کے ساتھ، اور اَفَضْتُمْ (نور ع ۲) کے ساتھ، اور اِشْتَهَتْ (انبیاء ع ۷) کے ساتھ۔ اور یَبْلُوْا کے ساتھ دونوں جگہ (یعنی لِیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَا، مائدہ ع ۷، اور انعام ع ۲۰)

۸۸ اور (فِیْ کو مَا سے قطع کرکے لکھ) دوسرے فَعَلْنَ (بقرہ ع ۳۱) کے ساتھ اور واقعہ میں (فِیْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ع ۲) اور روم (ع ۴) میں، اور سورۂ تنزیل (زمر) کے دونوں فِیْ مَا (یعنی ع ۱ و ع ۵) مقطوع ہیں اور شعراء (ع ۸) میں بھی، اور ان کے علاوہ کو ملا کر لکھ۔

۸۹ فَاَیْنَمَا (بقرہ ع ۱۴) کو مانند سورۂ نحل والے (ع ۱۰) کے ملا کر لکھ، اور مختلف فیہ شعراء (ع ۵) احزاب (ع ۸) اور نساء (ع ۱۱) میں بیان کیا ہے۔

۹۰ اور ملا کر لکھ فَاِلَّمْ کو سورۂ ہود (ع ۲) میں، اور اَلَّنْ نَّجْعَلَ (کہف ع ۶ والے) کو اور اَلَّنْ نَّجْمَعَ (قیامہ ع ۱) کو۔ اور لِکَیْلَا تَحْزَنُوْا (آل عمران ع ۱۶) کو، اور لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی (حدید ع ۳) کو۔

۹۱ اور سورۂ حج والا (یعنی لِکَیْلَا یَعْلَمَ ع ۱) اور عَلَیْكَ حَرَجٌ (احزاب ع ۶) والا۔ اور قطع اہل رسم کا (ثابت) ہے۔ عَنْ مَّنْ یَّشَآءُ (نور ع ۶) میں، اور عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی (نجم ع ۲) میں، اور یَوْمَ هُمْ (مومن ع ۲) (ذاریات ع ۱) میں،

۹۲ اور (قطع ثابت ہے) مَالِ هٰذَا (کہف ع ۹ اور فرقان ع ۱) میں، اور فَمَالِ الَّذِیْنَ (معارج ع ۲) میں، اور فَمَالِ هٰؤُلَآءِ (نساء ع ۱۱) میں

اور لَاتَ حِیْنَ (ص ع ۱) کو مصحف امام کی موافقت میں ملا کر لکھ۔ اور یہ (ملا کر لکھنا) مصنف کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

۹۳ اور کَالُوْھُمْ اَوْ وَّزَنُوْھُمْ (تطفیف میں ہر دو فعلوں کو ضمیر ھُمْ کے ساتھ) ملا کر لکھ تو۔ اسی طرح اَلْ اور ھا اور یا سے (ان کے مدخولوں کو) جدا نہ کر تو

تاء تانیث کے رسم کا بیان

۹۴ اور (اہل رسم نے) سورۂ زخرف (ع ۳) میں لفظ رَحْمَتْ کو (ہر دو جگہ، لمبی) تاء کے ساتھ لکھا ہے، (نیز) اعراف (ع ۷) میں، اور روم (ع ۵) میں، اور ھود (ع ۷) اور کاف (یعنی مریم ع ۱) میں، اور بقرہ (ع ۲۷) میں،

۹۵ اور نِعْمَتْ اس (سورہ بقرہ ع ۲۹) میں۔ اور تین لفظ نِعْمَتْ سورۂ نحل کے، (یعنی رکوع ۱۰ و ۱۱ و ۱۵) اور ابراہیم (رکوع ۵) میں دونوں۔ اس حال میں کہ یہ (بقرہ اور نحل اور ابراہیم کے) آخری الفاظ ہیں، (لہذا جو پہلے آئے ہیں وہ نکل گئے) اور عقود (مائدہ ع ۲) میں دوسرا نِعْمَتْ ھَمَّ کے ساتھ۔

۹۶ اور لقمان (ع ۴) میں، پھر فاطر (ع ۱) والا (نِعْمَتْ) مثل طور (ع ۲) والے کے ہے۔ اور آل عمران (ع ۱۱) میں بھی اور لفظ لَعْنَتْ (لمبی تاء کے ساتھ ہے) آل عمران (ع ۶) میں اور نور (ع ۱) میں۔

۹۷ اور لفظ اِمْرَاَتْ یوسف (ع ۴ و ع ۷)، آل عمران (ع ۴) قصص (ع ۱) اور تحریم (ع ۲) میں لمبی تاء کے ساتھ) ہے۔ اور لفظ مَعْصِیَتْ (لمبی تاء کے ساتھ) قَدْ سَمِعَ (مجادلہ ع ۲) کے ساتھ خاص کیا جاتا ہے۔ (یعنی دونوں موقعوں میں)

۹۸ اور لفظ شَجَرَتْ دخان (ع ۳) کا، اور لفظ سُنَّتْ فاطر (ع ۵) کا ہر جگہ (جو فاطر میں تین جگہ ہے) اور انفال ع ۵ کا، اور غافر (مومن ع ۹) کا آخری لفظ سُنَّتْ، (یہ تمام لمبی تاء کے ساتھ ہیں)

۹۹ اور قُرَّتُ عَیْنٍ (قصص ع ۱) اور جَنَّتُ واقعہ (ع ۲) میں، اور فِطْرَتْ (روم ع ۴) اور بَقِیَّتْ (ھود ع ۸) اور اِبْنَتْ (تحریم ع ۲) اور کَلِمَتْ ....

۱۰۰ اعراف کے وسط میں (ع ۱۶)۔ اور وہ تمام الفاظ تانیث جو (قرآءت میں) جمع اور مفرد ہونے کے اعتبار سے مختلف فیہ ہیں، وہ (لمبی) تاء کے ساتھ پہچانے جاتے ہیں۔

ہمزۂ وصل کا بیان

۱۰۱ اور ابتدا کر فعل کی ہمزۂ وصل مضمومہ کے ساتھ، اگر ہو تیسرا حرف فعل کا مضموم ....

۱۰۲ اور کسرہ دے اس کو (تیسرے حرف کے) کسرہ اور فتحہ کی حالت میں۔

اور اسماء (مصادر) میں علاوہ لام تعریف کے، اس (ہمزہ وصل) کا کسرہ ہوتا ہے، اور ....

۱۰۳ اِبْن میں مع اِبْنَتْ اور اِمْرِیٔ اور اِثْنَیْنِ اور اِمْرَاَۃِ اور اِسْم کے مع اِثْنَتَیْنِ کے (کہ ان ساتوں میں بھی ہمزۂ وصل مکسور ہوتا ہے)

روم اور اشمام کا بیان

۱۰۴ اور بچ وقف کرنے سے پوری حرکت کے ساتھ۔ مگر جب تو رَوم کرے تو حرکت کا کچھ حصہ (پڑھ)۔

۱۰۵ مگر فتحہ یا نصب میں (روم نہ کر) اور اشمام کر، اشارہ کرتے ہوئے انضمام شفتین کے ساتھ رفع اور ضمہ میں۔

خَاتِمَہْ

۱۰۶ اور تحقیق ختم ہوا، میرا نظم کرنا۔ اس مقدمہ کو۔ میری طرف سے قرآن کے پڑھنے والوں کے لئے (یہ) تحفہ ہے۔

۱۰۷ اس مقدمہ کے اشعار قاف اور زاء ہیں عدد میں۔ جو اچھی طرح تجوید میں ماہر ہوجاتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے ہدایت پانے میں۔

نوٹ ابجد کے حساب کے مطابق ق کے ۱۰۰ اور زاء کے ۷ عدد ہوتے ہیں، اشارہ ہے کہ قز (ریشم) کی طرح یہ اشعار نرم و ملائم تعداد میں ایک سو سات ۱۰۷ ہیں۔ ناظم کے اشعار یہاں تک ختم ہوتے۔ آگے آنے والے اشعار ظاہر تر یہ ہے کہ وہ ناظم رح کے کسی شاگرد کا اضافہ ہیں۔

۱۰۸ اور تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں یہی اس مقدمہ کا خاتمہ ہے۔ پھر رحمت کاملہ۔ اور اس کے بعد سلام ہو.....

۱۰۹ نبی برگزیدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر، اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب صاحبان ہدایت پر۔

احقر اظہار احمد تھانوی، خادم قرآن مدرسہ تجوید القرآن

۲۳ شوال ۱۳۸۶ھ ـــــــــ کوچہ کندیگراں لاہور

کتب تجوید و قرآت

فوائد مکیہ مع حاشیہ تعلیقات مالکیہ — قیمت — ۲—۵۰

تیسیر التجوید محشیٰ — قیمت — ۲—۰۰

شرح شاطبیہ اُردو — قیمت — ۱۵—۰

الجواہر النقیہ۔ شرح مقدمۃ الجزریہ،

ضخیم، مفصل اور مکمل شرح مقدمۃ الجزریہ — ۱۵—۰۰

ملنے کا پتہ: اظہار احمد التھانوی
مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور

خاتون ترنم پرنٹنگ

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي

الجواهر النقيّة

في

شرح المقدّمة الجزرية

(قاری) اظہار احمد تھانوی عفی عنہ

قیمت — ۱۵ [illegible]